SENATE OF PAKISTAN

SENATE DEBATES

Monday, February 15, 2010

The Senate of Pakistan met in the Senate Hall (Parliament House) Islamabad, at twenty eight minutes past four in the evening with Mr. Chairman (Mr. Farooq Hamid Naek) in the Chair.

Recitation from the Holy Quran

اَعُوْذُبِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحْمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ

ٱللَّهُ لَطِيفٌۢ بِعِبَادِهِۦ يَرْزُقُ مَن يَشَآءُ ۖ وَهُوَ ٱلْقَوِىُّ ٱلْعَزِيزُ (١٩) مَن كَانَ يُرِيدُ حَرْثَ ٱلْأَخِرَةِ نَزِدْ لَهُۥ
فِى حَرْثِهِۦ ۖ وَمَن كَانَ يُرِيدُ حَرْثَ ٱلدُّنْيَا نُؤْتِهِۦ مِنْهَا وَمَا لَهُۥ فِى ٱلْأَخِرَةِ مِن نَّصِيبٍ (٢٠) أَمْ لَهُمْ
شُرَكَٰٓؤُا۟ شَرَعُوا۟ لَهُم مِّنَ ٱلدِّينِ مَا لَمْ يَأْذَنۢ بِهِ ٱللَّهُ ۚ وَلَوْلَا كَلِمَةُ ٱلْفَصْلِ لَقُضِىَ بَيْنَهُمْ ۗ وَإِنَّ
ٱلظَّٰلِمِينَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ (٢١)

ترجمہ:۔اللہ اپنے بندوں پر بڑا مہربان ہے جسے (جس قدر) چاہے روزی دیتا ہے اور وہ بڑا طاقتور زبردست ہے۔ جو کوئی آخرت کی کھیتی کا طالب ہو ہم اس کے لیے اس کی کھیتی میں برکت دیں گے اور جو دنیا کی کھیتی کا طالب ہو اسے (بقدر مناسب) دنیا میں دیں گے اور آخرت میں اس کا کچھ حصہ نہیں ہو گا۔ کیا ان کے اور شریک ہیں جنھوں نے ان کے لیے دین کا وہ طریقہ نکالا ہے جس کی اللہ نے اجازت نہیں دی اور اگر فیصلے کا وعدہ نہ ہوا ہوتا تو ان کا دنیا ہی میں فیصلہ ہو گیا ہوتا اور بیشک ظالموں کے لیے دردناک عذاب ہے۔

(سورۃالشوری: 19 تا 21)

Leave of Absence

جناب چیئرمین: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ پہلے leave applications لے لیں۔

جناب عدنان خان صاحب ذاتی مصروفیات کی بنا پر مورخہ 11 اور 12 فروری کو اجلاس میں شرکت نہیں کر سکے تھے۔ اس لیے انہوں نے ایوان سے ان تاریخوں کے لیے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین: جناب محمد جہانگیر بدر صاحب بعض مصروفیات کے باعث مورخہ 12 فروری کو اجلاس میں شرکت نہیں کر سکے تھے اس لیے انہوں نے اس تاریخ کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین: محترمہ فرح عاقل صاحبہ نے ذاتی مصروفیات کی بنا پر مورخہ 15 تا 22 فروری کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین: سیدہ صغرہ امام صاحبہ ذاتی مصروفیات کی بنا پر مورخہ 11 فروری کو اجلاس میں شرکت نہیں کر سکی تھیں۔ انہوں نے ایوان سے اس تاریخ کے لیے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین: محمد صالح شاہ صاحب نے ذاتی مصروفیات کی بنا پر آج مورخہ 15 فروری کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین: میر محمد علی رند صاحب نے ذاتی مصروفیات کی بنا پر مورخہ 15 تا 19 فروری کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین: جناب آیت اللہ درانی، وزیر مملکت برائے صنعت و پیداوار نے اطلاع دی ہے کہ وہ بعض مصروفیات کے باعث مورخہ 15 تا 18 فروری اجلاس میں شرکت نہیں کر سکیں گے۔

مہر غلام فرید کاٹھیا، وزیر مملکت برائے تعلیم نے اطلاع دی ہے کہ ساہیوال میں پہلے سے طے شدہ مصروفیات کے باعث آج مورخہ 15 فروری کو اجلاس میں شرکت نہیں کر سکیں گے۔اب motions لے لیں۔

سینیٹر وسیم سجاد (قائد حزب اختلاف): جناب! ایک point of order لے لیں۔ یہ سب کا ایک متفقہ۔۔۔

جناب چیئرمین: جی مندوخیل صاحب، میں مندوخیل صاحب سے پوچھ لوں۔

سینیٹر وسیم سجاد: میں نے ان سے بھی request کی ہے، انہوں نے اجازت دی ہے۔

جناب چیئرمین: Point of order کے لیے۔

سینیٹر پروفیسر خورشید احمد: ہم سب کا خیال ہے کہ یہ اہم مسئلہ ہے، اس لیے آپ اجازت دیں۔

Point of Order

Appointment of Judges

سینیٹر وسیم سجاد: یہ سب کی رائے ہے۔ جناب والا! ہفتے کے دن حکومت نے دو judges کی appointment کا اعلان کیا۔ اس کے بعد یہ پتا چلا کہ اس معاملے میں consultation جوالجہاد کیس میں ضروری سمجھی گئی تھی اور جو فیصلہ کیا گیا تھا، اس کے مطابق نہیں ہوئی جس کے بعد سپریم کورٹ کی طرف سے بھی ایک reaction آیا اور سارے ملک کی Bars میں ہڑتال اور protest ہو رہا ہے۔ سپریم کورٹ کے فیصلے پر عمل درآمد کرنا، اس کے اصولوں کے مطابق چلنا، قانون کی عملداری اور آئین کے مطابق چلنا یہ حکومت کا فرض ہے۔ انہوں نے اپنی اس حرکت کی وجہ سے ملک میں crises create کر دیا ہے اور اس کو حل کرنے کے لیے بھی اس وقت کوئی پیش رفت نہیں ہو رہی۔ ان حالات کے پیش نظر جناب! میں اپنی پارٹی کی جانب سے walk out کرتا ہوں۔

(اس موقع پر اپوزیشن کے اراکین ایوان سے walk out کر گئے)

(مداخلت)

جناب چیئرمین: Point of order تو ایک ہو سکتا ہے، ایک ہو گیا ہے، آپ نے raise کر دیا ہے۔

سینیٹر پروفیسر خورشید احمد: ہمارا common issue ہے، ہمیں موقع دیجیے۔

جناب چیئرمین: Point of order raise ہو گیا ہے۔ Let us take rules.

سینیٹر پروفیسر خورشید احمد: میرا angle دوسرا ہے۔

سینیٹر عبدالرحیم خان مندوخیل: جناب ہمارا بھی---

جناب چیئرمین: ٹھیک ہے reply دیجیے گا۔

سینیٹر پروفیسر خورشید احمد: ایک ساتھ جواب دے دیجیے گا۔

Senator Syed Nayyer Hussain Bokhari (Leader of the House): I have a right to respond to it.

سینیٹر پروفیسر خورشید احمد: بالکل ہم آپ کا حق مانتے ہیں۔

Senator Syed Nayyer Hussain Bokhari: So let me respond to it and leave the burden on the Chair. Don't be in a haste now. We have patience, let me put forward my contention.

جناب چیئرمین: پروفیسر خورشید صاحب، ذرا Leader of the House کو بولنے دیں۔

Senator Syed Nayyer Hussain Bokhari: Thank you Mr.Chairman.

قائد حزب اختلاف نے جو point raise کیا ہے، بنیادی بات تو یہ ہے کہ it was decided in principle that points of order would be taken up after debate. So they themselves have violated.

Mr. Chairman: When the Leader of the House is on his legs, please sit down.

Senator Syed Nayyer Hussain Bokhari: That principle has been violated.

جناب چیئرمین: یہ خود ہی بناتے ہیں، خود ہی violate کرتے ہیں۔

Senator Syed Nayyer Hussain Bokhari: Yes. In fact the matter is subjudice before the Supreme Court. There are two points of view whether the Aljehad Trust judgment has been complied with or not. It is a debatable thing. It is an arguable thing. Matter is subjudice before the Supreme Court. Certainly whatever has been done by the Federal Government, it has been done in accordance with the Constitution, in accordance with the judicial verdict earlier. So the matter would be taken up on 18th of this month before the Supreme Court. Till such time, giving certain remarks or opinions would not be in the interest of the democracy and the working of the Parliament. Certainly I would appeal that this matter may not be taken on the floor of the House as it is subjudice before the Supreme Court of Pakistan.

جناب چیئرمین: جی فرمائیے۔ آپ کوئی نئی بات کرنا چاہتے ہیں؟

سینیٹر پروفیسر خورشید احمد: میں عرض کرتا ہوں کہ اس وقت مسئلہ بنیادی طور پر یہ ہے کہ ملک میں دستور اور دستوری ادارے، ان کی حفاظت، استحکام اور انہیں اپنے اپنے دائرے میں مکمل آزادی کے ساتھ کام کرنے کا موقع یا دستور کی اسکیم کو frustrate کرتے ہوئے intervention یہ بنیادی issue ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ جو اقدام اس appointment کی شکل میں کیا گیا ہے، اس میں دستور اور political system کو ایک بنیادی threat دیا گیا ہے۔

جناب چیئرمین: سپریم کورٹ decide کرے گی، جس طرح Leader of the House نے فرمایا کہ Supreme Court decide کر لے گی۔

سینیٹر پروفیسر خورشید احمد: میں پیچھے نہیں رہ سکتا اور walk out کرتا ہوں۔

(اس موقع پر سینیٹر پروفیسر خورشید احمد ایوان سے walk out کر گئے)

جناب چیئرمین: ٹھیک ہے۔

سینیٹر عبدالرحیم خان مندوخیل: جناب چیئرمین! اس میں ابتدائی بات یہ ہے کہ دو دن پہلے صدر صاحب نے ایک فیصلہ کیا۔ Supreme Court نے اس بارے میں cognizance لیا اور اٹھارہ تاریخ کو اس کی hearing ہو گی۔ جناب والا! اصل بات یہ ہے کہ یہ جو ماحول بن رہا ہے، ہم سمجھتے ہیں کہ آئینی، جمہوری نظام میں مداخلت نہیں ہونی چاہیے۔ ہم لوگوں سے request کریں گے کہ اس وقت یہ مسئلہ subjudice ہے اور بالخصوص ہمارے ملک کی جو نازک صورتحال ہے، اس وقت آئینی اصلاحات کی کمیٹی آئینی اصلاحات پر کام کر رہی ہے، ایسے میں priority یہ ہونی چاہیے کہ ہم آئینی اصلاحات کریں اور جو مسائل رہ گئے ہوں تو ان کو اپنے قانون اور آئین کے اندر رہ کر اس پر cognizance ہونی چاہیے۔ یہ ہماری position ہے، ہم پارٹیوں، وکلاء اور دوسروں سے بھی request کرتے ہیں کہ اس کو اس حوالے سے politicize نہ کیا جائے کہ وہ آئین اور جمہوری نظام کے لیے خطرہ ہو۔

(اس موقع پر اپوزیشن کے اراکین House میں واپس آ گئے)

جناب چیئرمین: جی ڈاکٹر مالک صاحب۔

سینیٹر ڈاکٹر عبدالمالک: جناب! آپ کی اجازت سے میں رحیم صاحب کی بات کو آگے لے جاتے ہوئے تمام Opposition parties اور وکلاء فورم سے گزارش کرتا ہوں کہ ہم نے بڑی قربانیاں دی ہیں اور یہ سسٹم آ گیا ہے۔ ہمیں تھوڑا سا برداشت کرنا چاہیے۔ اس حکومت کو جو mandate ملا ہے، ہمیں اس کا احترام کرنا چاہیے اور وہ عمل نہ کریں کہ جس سے ہم سب پشیمان ہوں۔ میں مختصراً یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اس وقت political parties پر جو ذمہ داریاں ہیں، ایک فیصلہ آیا ہے، let the Supreme Court decide اور اس کے بہانے اس democratic government کو derail کرنے کی یا کسی فردواحد کو نشانہ بنانا ہرگز مناسب نہیں ہے۔

(ڈیسک بجائے گئے)

سینیٹر ڈاکٹر عبدالمالک: ہم جتنی democratic forces ہیں، I am honestly telling you کہ ہمیں سنجیدگی سے سوچنا پڑے گا کہ اس ملک کو بڑی مشکل کے بعد تھوڑا بہت

space مل گیا ہے، ہمیں مل بیٹھ کر ان تمام disputes کو آئین کے دائرے میں رہتے ہوئے حل کرنے کی کوشش کرنے چاہیے۔ Thank you very much.

جناب چیئرمین: کاظم خان صاحب last ہیں، اس کے بعد let us start the debate. جی۔

سینیٹر محمد کاظم خان: میں یہ عرض کروں گا کہ سب سے پہلے قانونی پہلو یہ ہے کہ یہ subjudice ہے اور اس کو Supreme Court نے لے لیا ہے۔ اس پر comments کرنا یا ہڑتال کرنے کا کوئی جواز نہیں بنتا۔ دوسری بات یہ ہے کہ اس میں dispute یہ پیدا ہو گیا ہے کہ پاکستان بار کونسل جو وکلاء کی apex body ہے، اس نے اس ہڑتال کی نفی کی ہے، انہوں نے کہا ہے کہ اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے، یہ matter subjudice ہے۔ اب مختلف اخباروں میں مختلف قسم کی خبریں آ رہی ہیں۔ لاہور High Court Bar میں اطلاع نہیں ہے، اس میں اطلاع ہونی چاہیے کہ اس clash کو آگے نہ بڑھایا جائے، اب وہاں پر دونوں پارٹیوں میں باقاعدہ clash شروع ہو گیا ہے۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ اس میں یہ پہلو عیاں ہوتا ہے کہ اس کو بڑے احسن طریقے سے حل کیا جائے۔

جناب چیئرمین: بس ٹھیک ہے، بات clear ہو گئی ہے۔ Let us take item No.2, motion. We may now take up agenda item No.2, this item stands in the name of four Senators who will move it? وسیم سجاد صاحب، طارق عظیم صاحب! آپ move کر لیجیئے، جی۔

Motion for Nomination of Members for Mediation Committee

Senator Tariq Azim Khan: I beg to move that under Sub-rule (2) of Rule 3 of the Rules for Conduct of Business of the Mediation Committee, Chairman Senate may be authorized to nominate eight members of the Senate as Members of the Mediation Committee including its Vice-Chairman, for consideration and resolution on the Bill to make provisions for protection against domestic violence [The Domestic violence (Prevention and

Protection) Bill, 2009], as passed by the National Assembly and not passed by the Senate within ninety days of its receipt.

Mr. Chairman: It has been moved that under Sub-rule (2) of Rule 3 of the Rules for Conduct of Business of the Mediation Committee, Chairman Senate may be authorized to nominate eight members of the Senate as Members of the Mediation Committee including its Vice-Chairman, for consideration and resolution on the Bill to make provisions for protection against domestic violence [The Domestic violence (Prevention and Protection) Bill, 2009], as passed by the National Assembly and not passed by the Senate within ninety days of its receipt.

(The motion was carried)

Mr. Chairman: We may now take up item No.3 regarding further discussion on the motion moved by Muhammad Ishaq Dar on 10th February, 2010 on the prevailing law and order and security situation in the country.

زاہد صاحب، آپ please start کریں، آپ debate start کریں گے یا میں کسی اور کو floor دوں۔ جی، ایس۔ ایم ظفر صاحب۔

Further Discussion on Law and Order Situation in the Country.

سینیٹر ایس ایم ظفر: جناب چیئرمین صاحب! افسوس کا مقام ہے کہ امن و امان کی صورت حال پر ہمیں اس ایوان میں بار بار بحث کرنی پڑی۔ ہم نے جتنی بار بحث کی، کئی بار بہت سی اچھی تجاویز آئیں لیکن افسوس کا مقام ہے کہ حالات بہتر ہونے کے بجائے مزید ابتر ہوتے چلے گئے۔ جناب چیئرمین صاحب! آپ جانتے ہیں کیونکہ آپ کا قانون کی دنیا کے ساتھ اتنا وسیع تجربہ ہے، ہر ریاست کا یہ اولین فرض ہے کہ وہ اپنے شہریوں کی جان و مال کی حفاظت کرے، صرف شہریوں ہی کی نہیں بلکہ ریاست کی حدود میں کوئی بھی باشندہ آجائے تو اس کی جان و مال کی حفاظت اسی ریاست کی ذمہ داری ہوتی ہے، اگر ریاست اس میں پوری طرح کامیاب نہیں ہوتی یا خدانخواستہ fail ہو جاتی ہے تو پھر

فتنہ جنم لیتا ہے، جسے فتنہ کہتے ہیں - وہ ایک اسلامی فقہ کا تصور ہے کہ فتنہ سے مراد ایک عذاب اور ایک بحران ہے یعنی فتنہ ایک انتہا ہے کہ جس کے متعلق یہ کہا گیا ہے کہ کوشش کرو کہ تمام معاملات ایک دوسرے کے ساتھ افہام و تفہیم سے حل ہو جائیں اور معاملات سنبھال لیے جائیں تا کہ فتنے کی نوبت نہ آئے مزید یہ قرآن حکیم کا فرمان ہے کہ کسی ایک شخص یا ایک فرد کی جان بھی لینا تمام انسانیت کی جان لے لینے کے برابر ہے۔ جبکہ پاکستان میں حالت یہ ہے کہ لوگوں کی جان سے ہولی کھیلی جا رہی ہے، لوگ ایک دوسرے کو ایسے مارتے ہیں جیسے شکاری صبح نکلتا ہے اور شام کو آ کر کہتا ہے، میں نے آج اتنی مرغابیاں مار ڈالی ہیں، تقریباً اسی طرح انسانوں کو شکار بنایا جا رہا ہے۔ امن و امان کی صورت حال کا جب یہ حال ہو اور قرآن کے فرمان سے بھی انکار ہو تو وہ معاشرہ عذاب کے قریب پہنچ جاتا ہے۔ جناب والا! اس وقت پاکستان میں فتنے کا امکان اور غلبہ ہے اور اللہ کے عذاب کا بھی خطرہ بد قسمتی سے دکھائی دیتا ہے کہ وہ امڈتا چلا آ رہا ہے۔

اس ابتدا کے بعد میں اس محترم ایوان کے ذریعے یہ کہنا چاہوں گا کہ اگر ہم، ہمارے قائدین اور وہ تمام جو مختلف اداروں میں اپنے اپنے مناصب پر بیٹھے ہیں، اگر انہوں نے اپنی روش اور رجحان کو تبدیل نہ کیا تو جناب چیئرمین صاحب! میں یہ بات انتباہ کے طور پر واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ ہم سب کے سب irrelevant ہوتے جا رہے ہیں۔ عوام کی نظر میں تمام ادارے اپنی اہمیت کھوتے چلے جا رہے ہیں اور اس کی وجہ یہی ہے کہ اس وقت امن و امان کسی کو میسر نہیں ہے، لوگ باہر نکلتے ہیں اور شک ہوتا ہے اور خوف آتا ہے کہ وہ گھروں میں واپس آئیں گے یا نہیں آئیں گے۔ کسی نے بڑے خوبصورت انداز میں بات کی ہے کہ ہم واپس اپنے گھر میں آتے ہیں، when we come back after going out but we come back home not safely but accidentally, ہم اتفاقاً محفوظ ہو کر چلے آتے ہیں۔ امام باڑے محفوظ نہیں ہیں، مساجد محفوظ نہیں ہیں، کلیسا محفوظ نہیں ہے، schools محفوظ نہیں ہیں۔ مشکل یہ ہے کہ جن کے ذمے یہ کام ہے کہ وہ لوگوں کی حفاظت کریں، جنہوں نے لوگوں کی حفاظت کرنی ہے، خبریں آ رہی ہیں، بتکرار آ رہی ہیں اور جب بار بار خبریں آئیں تو وہ تقریباً مصدقہ ہو جاتی ہیں یا کم از کم ان پر اعتبار آنا شروع ہو جاتا ہے کہ وہ جنہوں نے ہماری حفاظت کرنی ہے، وہ خود لوٹ مار میں شریک ہیں، اگر ان کی بات نہ مانی جائے تو پھر اس شخص کو جو ان سے انکار کرتا ہے، اس کی زندگی کی بھی پرواہ نہیں کی جاتی - ایک مشہور کہاوت ہے کہ اگر باڑ ہی فصل کھا جائے، اگر باڑ فصل کھانی شروع کر دے تو پھر فصل کا اللہ حافظ ہے۔ آپ دیکھیں کہ یہ ملک پاکستان جس

میں اتنے باصلاحیت لوگ موجود ہیں، اس کی صلاحیت کے بارے میں دنیا والے تسلیم کرتے ہیں کہ جب پاکستانی باہر کسی کام پر جاتا ہے تو وہ اپنے کام کو باقیوں کے مقابلے میں کہیں زیادہ سرعت، بہتر اور صلاحیت سے کرتا ہے۔ وہ ملک جو ہر قسم کی دولت سے مالا مال ہے، وہ آج کیوں اس زبوں حالی میں پڑا ہوا ہے، آخر اس کی کوئی وجہ تو ہے؟ اس کی وجہ تمام تحقیق کرنے والے، تمام مورخین اور دانشور کہتے ہیں کہ یہ اس وقت ہوتا ہے کہ جب قیادت نصیب ہو، وہ اپنی قیادت کے دوران ان کو وہ موقع ملتا ہے تو وہ قوم اور ملک کے مقابلے میں اپنے آپ کو زیادہ ضروری اور بہتر سمجھتے ہیں اور اپنے مفاد کو ترجیح دیتے ہیں۔ ایک وہ وقت تھا کہ قائد اعظم کے ساتھ لیاقت علی خان شہید پاکستان تشریف لائے، آپ جانتے ہیں کہ ان کی کرنال میں بیش بہا جائیداد موجود تھی،، وہ اس ملک میں آئے اور انہوں نے ایک کنال زمین بھی اپنے نام allot نہیں کرائی، جب شہید ہوئے تو چند روپوں کا bank account میں موجود تھا۔ آج اس کے بالکل برعکس صورت حال ہم یہ دیکھتے ہیں کہ اپنے ملک میں ہی سے لوگ دولت جمع کرتے ہیں، کماتے نہیں ہیں، جمع کرتے ہیں اور ملک سے باہر لے جاتے ہیں۔ جب تک یہ صورت حال قائم رہے گی ہمارے ادارے اپنے مقام پر نہیں پہنچ سکیں گے، ہم کچھ بھی حاصل نہیں کر سکیں گے۔ جناب والا! میری ان سب سے استدعا اس وقت یہ ہے کہ میں بجائے اس کے کہ یہ کہوں کہ پولیس نالائق ہے، یہ کہوں کہ merits پر کام نہیں ہو رہا، یہ کہوں کہ قانون کی بالادستی نہیں مانی جا رہی، میں صرف ایک نکتے پر اپنی بات ختم کرنا چاہوں گا اور اسی پر زور دوں گا کہ جب تک ہماری یہ قیادت اپنے آپ کو اس ملک کا چرواہا نہ سمجھے اور یہ نہ سمجھے کہ اس ملک کے لوگوں کی حفاظت کرنا، ان ہی کے ذمے ہے جب وہ ملک کے مفاد کو ترجیح نہ دیں، اس وقت تک اس وطن میں law and order کی situation ٹھیک نہیں ہو سکے گی۔ بہت شکریہ۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ مولانا عبدالغفور حیدری صاحب۔ زاہد صاحب! بلالیں گے، گھبرائیے نہیں، ابھی تو شروع ہے، جب بلایا گیا تو آپ اس وقت تیار نہیں تھے، کوئی بات نہیں نمبر آ جائے گا، ذرا سا صبر کیجیے۔ میں تو خود حیران ہو گیا پہلی دفعہ زاہد صاحب نے نہ کر دی۔ اب پہلے خٹک صاحب اور ان کے بعد آپ۔ جی عبدالغفور حیدری صاحب۔

سینیٹر مولانا عبدالغفور حیدری: شکریہ جناب چیئرمین۔ میں تو ابھی پہنچا ہوں، مجھے معلوم نہیں کہ کیا بات زیر غور ہے۔

جناب چیئرمین: Law and Order اگر آپ تیار نہیں ہیں تو بیٹھ جائیے، سانس لے لیجیے۔ جی خٹک صاحب۔

سینیٹر افراسیاب خٹک: شکریہ جناب چیئرمین۔ اس motion پر کچھ دنوں سے بات ہو رہی ہے اور کافی باتیں ہوئی ہیں۔ میں بھی اپنے دوستوں کے ساتھ اپنی رائے ملاتے ہوئے کہوں گا کہ اس طرح کی law and order کی صورتحال ایک symptom ہے، علامت ہے، ہمیں اس علامت تک محدود نہیں رہنا چاہیے اور اس کے root causes کی طرف جانا چاہیے۔

جناب چیئرمین! ہوا یہ ہے کہ پچھلے کئی decades سے جس طرح degeneration, انحطاط اور زوال ہمارے معاشرے میں دیکھا گیا ہے، اس میں یہ ہوا ہے کہ لمبی لمبی آمریتوں نے پاکستان کے عوام کو disempower کیا اور بتدریج ہمارے لوگ رعیت میں تبدیل ہوگئے، وہ شہری نہیں رہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ جنرل مشرف کا دور اس معاملے میں climax پر تھا اور اس کے بعد total disempowerment ہمارے ہاں آئی۔ اس کے بعد انتخابات ہوئے اور جمہوری نظام نے کام شروع کیا۔ظاہر ہے کہ اتنے لمبے عرصے تک آمریت اور لوگوں کی disempowerment رہی ہے کہ ہمیں ایک لمبے transition کا سامنا ہے، ایک لمبا عبوری دور ہے جس سے کہ ہم گزر رہے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں بہت سی چیزوں کی عادت نہیں ہے، ہمیں اداروں کے لیے کام کرنے کی عادت نہیں ہے، ہمیں آئین کے مطابق چلنے کی عادت نہیں ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ عادتیں اپناتے ہوئے ہمیں کچھ وقت لگے گا لیکن ایسے حالات میں جمہوری سیاسی قوتوں کی بہت بڑی ذمہ داری بنتی ہے۔ ان سب کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس نظام اور process کو سنبھالیں، اس کو آئین کے مطابق چلائیں، سارے اداروں کو آئین کے مطابق کام کرنے کے لیے کہیں۔ یہ point scoring کا وقت نہیں ہے، partisan line پر یہ کہنا کہ یہ حکومت ناکام ہو گئی ہے، حکومتیں آئیں گی اور جائیں گی لیکن خدانخواستہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم ایک دوسرے کی ٹانگیں کھینچتے ہوئے ریاست کو ناکام نہ بنا دیں۔ یہ ہم سب کی ذمہ داری ہے کہ اس process کو آگے بڑھائیں ، جمہوریت کے لیے سب پارٹیوں نے جدوجہد کی ہے اور سب نے قربانیاں دی ہیں۔ یہ جو جمہوری process ہے اس کی حفاظت کے لیے اور اس کو مضبوط کرنے کے لیے سب اپنی اپنی ذمہ داری پوری کریں۔

جناب والا! میں یہ بھی کہنا چاہوں گا کہ ہماری خارجہ پالیسی کے اثرات بھی ہماری سوسائٹی پر مرتب ہوئے ہیں، خصوصاً افغان جنگ کے حوالے سے ہماری جو سیاست رہی ہے، جیسے ہم frontline state بنے، جیسے ہم نے مغربی طاقتوں کی جنگ کو اپنی جنگ کہا، جیسے ہم نے اس کو اپنے ہاں پنپنے دیا، یہاں اسلحہ اور extremism آیا۔ میں سمجھتا ہوں کہ extremism کو 80's and 90's میں cultivate کیا گیا، اس کو یہاں پر پھیلایا گیا ہے اور بہت بڑی investment ہوئی ہے۔اس میں western طاقتوں نے بھی اپنا حصہ ڈالا ہے، آج وہ اپنی ذمہ داری قبول نہیں کرتے لیکن جیسے ان کا نصاب تعلیم یہاں پر آیا، جیسے یہاں پر schools قائم ہوئے، جیسے یہاں پر تنگ نظری، انتہا پسندی اور نفرت پھیلائی گئی، یہ ایک لمبے عرصے پر محیط ہے۔ جناب والا! جہاں تک دہشتگردی کا تعلق ہے تو ہم صوبے کی حد تک تو کہہ سکتے ہیں کہ اسے صوبے کے اندر شکست ہوئی ہے اور حکومت، عوام، سیاسی پارٹیوں اور فوج نے مل کر اس کو شکست دی ہے۔ اس میں اس حد تک کامیابی ہوئی ہے کہ سیکورٹی ادارے بنے ہیں اور صوبے کے اندر کوئی ایسا pocket نہیں رہا کہ جہاں training ہو سکے اور جہاں پر انتہاپسند اپنے اڈے قائم کر سکیں لیکن ہماری مشکل یہ ہے کہ جو ہمارے ساتھ جڑا ہوا قبائلی علاقہ ہے، اس میں اب بھی بد قسمتی سے اس طرح کے عناصر موجود ہیں جو کہ settled علاقوں میں آکر وارداتیں کرتے ہیں اور واپس چلے جاتے ہیں۔ ہماری مشکل ہے کہ پولیس ان کے پیچھے نہیں جا سکتی کیونکہ کہا جاتا ہے کہ وہ فاٹا میں ہیں جو وفاق کے زیر انتظام علاقہ ہے۔ ہم بار بار وفاق سے کہتے رہے ہیں کہ وہ اس صورتحال کا نوٹس لیں تا کہ فاٹا میں کچھ نہ کچھ بہتری کی صورتحال پیدا ہو۔

اس کے علاوہ بار بار کراچی کی طرف اشارہ کیا گیا۔ میں سمجھتا ہوں کہ سیاسی قوتوں کو کراچی کے بارے میں point scoring یا ایک دوسرے پر الزام تراشی نہیں کرنی چاہیے بلکہ دیکھنا چاہیے کہ ہم سب مل کر کیسے کراچی کو سنبھالا دے سکتے ہیں۔ یہ ایک خوش آئند بات ہے کہ کراچی میں لوکل گورنمنٹ کے بارے میں کچھ افہام و تفہیم ہوئی ہے لیکن اس میں بھی ہم بار بار دوستوں کی توجہ اس طرف دلاتے رہے ہیں کہ سب کو on board رکھنا چاہیے، سب سے مشورہ لینا چاہیے۔ ہم مطالبہ کریں گے کہ وہاں پر جو core committee کام کر رہی ہے اس میں عوامی نیشنل پارٹی کے نمائندوں کو بلایا جائے اور ان کی رائے لی جائے تا کہ ہم مشترکہ حکمت عملی سے کام کر سکیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں جس چیلنج اور بحران کا سامنا ہے یہ کسی ایک پارٹی اور ایک گروہ کے بس کی بات نہیں ہے، ہم اپنی collective

wisdom اور energy سے اس چیلنج کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ ہمیں دنیا کو یہ دکھانا ہے کہ ہم یہاں پر ریاست کو، جمہوریت کو اور آئین کی بالادستی کو چلاسکتے ہیں۔ میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

جناب چیئرمین: ثریا امیرالدین صاحبہ۔

سینیٹر ثریا امیرالدین: جناب چیئرمین! اگر ہم پیچھے کی طرف دیکھیں تو جب سے Afghan War شروع ہوئی ہے اور افغانی پاکستان میں آئے ہیں تو ہمارے ملک کے حالات اس وقت سے زیادہ خراب ہونا شروع ہوئے ہیں۔ خاص طور پر آپ بلوچستان میں دیکھیں کہ اس قدر افغانی ہیں کہ انہوں نے پورا برنس سنبھالا ہوا ہے۔ ہمارے جو پاکستانی بلوچ پشتون لوگ ہیں وہ اس سے زیادہ متاثر ہوئے ہیں۔ اگر آپ کراچی کے حالات دیکھیں تو وہ بد سے بدترین ہو رہے ہیں۔ میرا پورا بچپن، میری جوانی کراچی میں گزری ہے، اس وقت کراچی بہت پرسکون تھا، نہ وہاں لڑائی جھگڑے تھے، نہ شیعہ سنی فسادات ہوتے تھے، نہ پنجابی، بلوچ اور پشتونوں کی لڑائی ہوتی تھی۔ وہاں بندرگاہ ہے، ائرپورٹ ہے، صنعتیں ہیں، کراچی کو پاکستان کا دل کہنا چاہیے کہ وہاں پر جتنی تجارت ہوتی ہے اس کا فائدہ پورے پاکستان کو پہنچتا ہے لیکن اب جو وہاں کے حالات ہیں اور خاص طور پر جو کچھ محرم میں ہوا ہے، بولٹن مارکیٹ کی دکانوں کو جلایا گیا ہے، اس سے بہت خراب تاثر پوری دنیا میں گیا ہے کہ ہم لوگ آپس میں لڑتے جھگڑتے رہتے ہیں اور اپنے ہی ملک کا نقصان کرتے ہیں، ہم یہ نہیں سوچتے کہ کروڑوں کے نقصان سے پاکستان کی معیشت اور ملکی حالات کتنے خراب ہوئے ہیں اور بیرونی دنیا میں ہمارا تاثر کتنا خراب ہوا ہے۔ میں انڈیا گئی تو وہاں کے مسلمانوں سے میں نے پوچھا کہ یہاں آپ کے ہندوؤں کے ساتھ کیسے تعلقات ہیں تو انہوں نے مجھے کہا کہ آپ ہماری کیا بات کرتی ہیں، آپ اپنے پاکستان میں دیکھیں کہ مسجدوں میں گھس گھس کر نمازیوں کو مارا جاتا ہے۔ جب ہمارا تاثر اتنا خراب ہو گا تو یہاں ملک کے حالات کیا ہوں گے۔ ہمارے human rights کے تحت یہ کہا جاتا ہے کہ ہر شہری کو جہاں وہ چاہے رہنے کی اجازت ہے، جہاں وہ چاہے اسے تعلیم حاصل کرنے کی اجازت ہے، جہاں وہ جائیداد بنانا چاہیے اس کی اجازت ہے لیکن آج کل حالات یہ ہیں کہ بلوچ کہتے ہیں پنجابیو یہاں سے جاؤ، بلوچستان ہمارا ہے، کراچی والے کہتے ہیں پشتونو آپ یہاں سے جاؤ کراچی ہمارا ہے اور MQM والے کہتے ہیں کہ کراچی ہمارا ہے۔ میں کہتی ہوں پاکستان سب کا ہے، چاہے وہ پٹھان ہوں، بلوچی ہوں، سندھی ہوں یا صوبہ سرحد کے لوگ ہوں، پاکستان سب کا ہے اور سب نے پاکستان کو آگے بڑھانا ہے لیکن حالات یہ ہیں کہ آج کل

پاکستان بجائے آگے بڑھنے کے پیچھے کی طرف جا رہا ہے، ہماری معیشت خراب ہو رہی ہے، ہماری تعلیمی پالیسی خراب ہو رہی ہے، تعلیم خراب ہو رہی ہے۔ ہم لوگوں میں اتنی نفرتیں بڑھ گئی ہیں کہ کوئی کسی کو برداشت نہیں کرسکتا۔ Tolerance کا مادہ ہم لوگوں میں ختم ہو گیا ہے، چاہے وہ کوئی بھی جماعت ہو۔ شیعہ سنی فسادات کرانے کی کوشش کی جاتی ہے، بلوچوں اور پٹھانوں کو لڑنے کی کوشش کی جاتی ہے، پنجابی پٹھانوں کو لڑانے کی کوشش کی جاتی ہے، ہر کوئی دوسرے کے ساتھ لڑانے کی کوشش کر رہا ہے بجائے اس کے کہ آپس میں پیار ہو، محبت ہو، خلوص ہو، ایک دوسرے کا خیال رکھیں، ایک دوسرے کے جذبات کا خیال رکھیں۔ پہلے یہ ہوتا تھا کہ محلے میں ایک بچے کو کسی پڑوسی نے مار بھی دیا تو باپ خوش ہوتا تھا کہ اچھی بات ہے کہ میرے بچے کو تمیز سکھا رہے ہیں لیکن آج یہ حال ہے کہ اگر کوئی کسی کو کچھ کہہ دے تو فوراً بندوقیں نکل آتی ہیں اور بچوں کی لڑائی میں بڑوں کا ہاتھ ہو جاتا ہے اور معلوم ہوتا ہے دو چار ادھر سے مر گئے اور دو چار ادھر سے مر گئے۔ یہ نہیں ہونا چاہیے۔ ہم لوگوں کا آپس میں اتفاق ہونا چاہیے۔ ہمیں پاکستان کی معیشت کو مضبوط کرنا چاہیے۔ ہم لوگوں کو یا جو بھی سیاسی پارٹیاں ہیں سب کو آپس میں مل کر بیٹھنا چاہیے اور پاکستان کو قائم رکھنے کے لیے، اس کے حالات بہتر بنانے کے لیے اور پاکستان کی معیشت کو مضبوط کرنے کے لیے کام کرنا چاہیے۔ ہمیں نفرتیں نہیں بونی چاہیں، چاہے وہ شیعہ ہوں یا سنی ہوں یہ کوشش نہیں کرنی چاہیے کہ ہم لوگ آپس میں لڑتے رہیں، ایک دوسرے کا خیال نہ کریں اور تعلیم کے سلسلے میں، میں یہ کہنا چاہوں گی کہ تعلیم پر ہمیں بھرپور زور دینا چاہیے تاکہ ہم بیرونی دنیا کا مقابلہ کرسکیں۔ ہم پیچھے کی طرف نہ جائیں بلکہ ہم آگے بڑھیں۔ کمپیوٹر کا دور ہے، دنیا آسمان پر جا رہی ہے اور ہم آپس میں لڑنے میں لگے ہوئے ہیں اور آپس میں نفرتیں بڑھا رہے ہیں۔ میں کہتی ہوں چاہے وہ بلوچستان ہو، چاہے وہ سرحد ہو سب کے حالات بہتر ہونے چاہییں۔ آپ مالاکنڈ میں دیکھیں، وزیرستان میں دیکھیں وہاں ہماری فوج نے بڑی قربانیاں دی ہیں اور بہت زیادہ ہمارے فوجی نوجوان اور آفیسر شہید ہوئے ہیں لیکن وہاں کچھ control کر لیا گیا ہے اب حالات بہتر ہیں۔ میں یہ کہوں گی کہ کراچی کے حالات کو بھی control کرنے کی ضرورت ہے، وہاں بھی ہم سب کو مل بیٹھ کر بات کرنے کی ضرورت ہے، مذاکرات کرنے کی ضرورت ہے۔ ایک دوسرے پر کیچڑ نہ اچھالیں اور اخبارات میں ایسے بیانات نہ دیئے جائیں جس سے دوسرے کی دل آزاری ہو۔ سب سے اہم بات یہ ہے کہ جو ٹی وی پروگرام دکھائے جاتے ہیں میرے جیسی کمزور دل کی عورت وہ نہیں دیکھ سکتی۔ میرا تو بلڈ پریشر بڑھ جاتا ہے تو ایسے پروگراموں کو control کرنے کی ضرورت ہے تاکہ جو کمزور دل لوگ ہیں وہ پریشان

نہ ہوں۔ خواتین کی عزت کے لیے میں کہوں گی کہ اتنا خراب معاشرہ ہو گیا ہے کہ آئے دن آپ اخباروں میں پڑھتے ہیں کہ تین سالہ بچی کے ساتھ rape کیا گیا اور اس کو مار کر گٹر میں پھینک دیا گیا، کسی عورت کو پکڑلیا اس کے ساتھ زیادتی ہوئی کسی نے نہیں پوچھا۔آپ کسی بھی دن کا اخبار اٹھالیں تو یہ خبریں عام ہو گئی ہیں کہ خواتین کے ساتھ زیادتی ہوتی ہے ۔ ہمارا مذہب اس کی بالکل اجازت نہیں دیتا۔ ہمارا مذہب یہ سکھاتا ہے کہ خواتین کا احترام کرو، چادر اور چاردیواری کا احترام کرو اور آپس میں ایک دوسرے کی عزت کا خیال رکھو۔ قرآنی آیت بھی ہے کہ عورتیں تمارا لباس ہیں اور تم ان کا لباس ہو تو ہمیں ایک دوسرے کا خیال رکھنا چاہیے، چاہے مرد ہوں یا عورت ہو۔ مرد بھی جب خواتین کو دیکھیں تو مردوں کو اپنی نظریں نیچی رکھنی چاہئیں یہ نہیں کہنا چاہیے کہ خواتین آج کل NGOs میں کام کر رہی ہیں تو وہ بگڑ گئی ہیں ، ایسا نہیں ہوتا۔ خواتین اپنے ملک کی ترقی کے لیے کام کر رہی ہیں ، خواتین چاہتی ہیں کہ ہمارا ملک آگے بڑھے اور ہم لوگ دنیا میں نام پیدا کریں۔.Thank you very much

جناب چیئرمین: ڈاکٹر مالک صاحب، نہیں ہیں۔ مشاہد اللہ صاحب۔

سینیٹر مشاہد اللہ خان: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدو و نصلی علی رسولہ الکریم۔ اما بعدفاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم۔ بہت شکریہ جناب چیئرمین! کافی دنوں سے law and order پر گفتگو چل رہی ہے اور law and order بتدریج خراب ہوتا جا رہا ہے اور ہم گفتگو ہی کیے جا رہے ہیں۔امن و امان کی صورتحال یہ ہے کہ:

نہ امن ہے ، نہ سکوں ہے ، نہ چارہ غم ہے
تمہاری بزم طرب کا عجیب عالم ہے
وہ سرزمین کہ جسے رشک خلد کہتے تھے
خطا معاف دہکتا ہوا جہنم ہے

جناب چیئرمین! یوں تو سرحد اور بلوچستان میں جو صورتحال ایک طویل عرصے سے ہے وہ آپ کے سامنے ہے لیکن سندھ میں جس طریقے سے پچھلے کچھ عرصے سے حالات پیدا ہوئے ہیں اور ان کا جس طرح سے تدارک کرنے کی کوشش کی گئی ہے یہ بھی ایک لمحہ فکریہ ہے۔ یہاں پر کراچی کے معاملات پر بہت گفتگو ہوئی۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ گفتگو صاف نہیں ہوئی۔ وہاں پر اتحادی حکومت بھی ہے جس میں پیپلز پارٹی، ایم کیو ایم اور اے این پی شامل ہیں لیکن میں یہ سمجھتا ہوں کہ وہ جس طریقے سے یہاں آکر بیان دیتے ہیں

ایسا لگتا ہے کہ وہاں سارے ہی فرشتے بستے ہیں اور کوئی کسی ایسے کام میں involve ہی نہیں حالانکہ آپ نے یہ دیکھا ہوگا کہ پچھلے دنوں جب پیپلز پارٹی اور ایم کیو ایم کے درمیان اپنے سیاسی معاملات پر تھوڑی سی تلخیاں پیدا ہوئیں تو پھر بڑے زبردست بیانات آئے تھے، پیپلز پارٹی کی طرف سے بھی اور ایم کیو ایم کی طرف سے بھی اور ان میں بڑے صاف الفاظ میں اس کی نشاندہی بھی کردی گئی تھی، شاید وہ عام آدمیوں کی سمجھ میں نہ آیا ہو لیکن جن کا کراچی سے تعلق ہے انہیں صاف سمجھ آرہا تھا کہ کون law and order کی صورتحال خراب کرنے کا ذمہ دار ہے۔ مثلاً جب یہ کہا جاتا تھا کہ گٹر باغیچہ پر قبضے کے لیے وہاں پر دو پارٹیوں کے درمیان لڑائی ہو رہی ہے تو مجھے معلوم ہے کہ وہاں قبضہ کس کا ہے اور کون چھڑانا چاہتا ہے۔ وہاں پر لڑائی ایم کیو ایم اور پیپلز پارٹی کے درمیان تھی۔ میں صاف بات کرنے کا عادی ہوں اس لیے میں یہ کہہ رہا ہوں، جب یہ کہا جاتا ہے کہ پہاڑی سے فائرنگ ہو رہی ہے، وہاں پر مورچے بنے ہوئے ہیں وہاں تو پٹھان رہتے ہیں اور نگی کے پاس قصبہ میں۔ اس کا مطلب ہے اے این پی والے لوگوں کو مار رہے ہیں۔ پھر اسی طریقے سے یہ بھی بات ہوئی کہ شاہراہ فیصل، کورنگی، اورنگی، ناظم آباد اور، پاپوش میں ہمارے لوگوں کو مارا جارہا ہے، پل کے نیچے سوئے ہوئے لوگوں کو مارا جارہا ہے، بوٹ پالش کرنے والوں کو مارا جارہا ہے، ہوٹل چلانے والوں کو مارا جارہا ہے تو اس کا مطلب ہے کہ وہاں پر پٹھانوں کو مارا جارہا ہے۔ یہ اشاروں کنایوں میں بات کرتے ہیں اور پھر اس کے بعد کہا یہ جاتا ہے کہ یہ سب قبضہ مافیا کر رہا ہے، ڈرگ مافیا کر رہا ہے۔ میں یہ کہتا ہوں کہ یہ جو تین جماعتیں ہیں جو وہاں کی اتحادی حکومت میں شامل ہیں گو کہ اے این پی کور کمیٹی میں نہیں، وہ بات اپنی جگہ ہے لیکن یہ وہاں پر اتنی طاقتور ہے کہ کسی ڈرگ مافیا اور قبضہ مافیا کی جرات نہیں ہے کہ کسی سیاسی جماعت کی protection کے بغیر وہاں پر قبضہ کریں یا وہاں پر ڈرگ مافیا کا کاروبار ہو۔ میں جانتا ہوں اس بات کو کہ اگر کہیں قبضہ ہوتا ہے تو پولیس کس کی ہے، اسی حکومت کی پولیس ہے، ان ہی لوگوں نے اپنے لوگوں کو لگایا ہوا ہے، political appointees وہاں پر موجود ہیں تو کیا پولیس کی مدد کے بغیر کہیں قبضہ ہوسکتا ہے؟ جناب چیئرمین! نہیں ہوسکتا اور اگر اس پولیس کو کنٹرول نہیں کر رہے، اس قبضے کو کنٹرول نہیں کر رہے تو پھر یہ کہنا بند کردیں کہ ہمیں کراچی کی اسی فیصد نمائندگی حاصل ہے۔ ہم طاقت کا سرچشمہ ہیں کراچی میں۔ اگر آپ ہیں تو پھر یہ آپ کی ذمہ داری ہے کہ وہاں پر قبضہ مافیا نہیں ہونی چاہیے اور پھر بھی ہے تو کہیں نہ کہیں آپ کے لوگ ملوث ہیں۔ یہ کہانی یہاں سینیٹ میں آکر سنائی جاتی ہے کہ جناب! قبضہ مافیا ہے اور اس طریقے سے گفتگو ہوتی ہے جیسے یہ حکومت میں نہیں ہیں بلکہ اپوزیشن میں ہیں۔ میں یہ بات اس لیے

کرنا چاہ رہا ہوں کہ پھر آپ نے یہ دیکھا کہ وزیر داخلہ صاحب گئے۔ان کا آنا جانا تو بڑا زبردست ہے وہ trouble shooter بھی ہیں ہر جگہ پہنچ جاتے ہیں لیکن وہ وہاں پر جا کرکہتے ہیں کہ آئندہ target killing نہیں ہوگی۔وہ شام کو واپس آئے تو اگلے دن پھر شروع ہوگئی۔ابھی دو دن پہلے تک ہوتی رہی ہے۔میں نے یہاں پر ایک اور گفتگو سنی کہ وہاں پر سب کچھ طالبان کررہے ہیں۔میں آپ سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ بے شمار واقعات وہاں پر ایسے ہوئے ہیں جو کیمرے کی آنکھ میں محفوظ ہیں،ساری دنیا نے دیکھے ہیں، ان میں تو طالبان کہیں کسی کو نظر نہیں آئے۔مثلاً عاشورہ پر پولیس کھڑی تماشا دیکھ رہی ہے اور لوگ مر رہے ہیں۔وہاں پر چالیس ارب ڈالر کا نقصان ہوا ہے، دکانیں جل رہی ہیں اور دکانیں بھی مخصوص مارکیٹوں کی جل رہی ہیں، کچھ کو چھوڑ کر جلایا جا رہا ہے، کچھ کو باقاعدہ جلایا جا رہا ہے۔کہیں پر طالبان نظر نہیں آئے، نہ عاشورہ پر نظر آئے نہ چالیسویں پر نظر آئے۔بارہ مئی کو ساری دنیا نے دیکھا، کیمرے کی آنکھ نے دکھایا کہ کون کیا کر رہا ہے، وہاں پر طالبان تو نہیں تھے۔نو اپریل کو وکیلوں کو طاہر پلازہ، کراچی میں زندہ جلا دیا گیا، وہ طالبان تو نہیں تھے۔آپ ہر بات طالبان پر اس لیے ڈالتے ہیں کہ جب آپ یہ کہتے ہیں تو آپ انہیں بری الزمہ کر دیتے ہیں، انہیں bail out کرتے ہیں جن کا کراچی میں بڑا network ہے۔ RAW کا کراچی میں سب سے بڑا network ہے۔اس پورے خطے میں موساد، سی آئی اے، RAW ہے۔ جب آپ ہر بات طالبان پر ڈالتے ہیں تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ deliberately ڈالی جاتی ہے تاکہ کوئی موساد کی بات نہ کرے، تاکہ کوئی RAW کی بات نہ کرے، سی آئی اے کی بات نہ کرے جو یہاں پر ڈالر تقسیم کر رہے ہیں، جو یہاں پر اسلحہ بانٹ رہے ہیں۔جنہوں نے اس ملک کو unstable کر دیا ہے۔ جن کی جنگ کو ہم اپنی جنگ سمجھ کر اس طرح لڑ رہے ہیں جیسے ہمیں کوئی دوسری جنگ عظیم میں کامیابی ملنے والی ہے۔یہ ہماری کون سی جنگ ہے؟ 9/11 سے پہلے یہاں کے کیا حالات تھے؟ آج کیا حالات ہیں؟

جناب والا! اتنے خراب حالات میں ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ ہم اس کو ٹھیک کرنے کی کوشش کرتے لیکن کوئی ٹھیک کرنے کی کوئی کوشش نہیں کر رہا۔ایک لگا بندھا style ہے، سلسلہ ہے کہ جناب! پانچ لاکھ روپے مرنے والے کو، پچاس ہزار روپے یا ایک لاکھ روپے زخمی کو اور تعزیت کی اللہ اللہ خیر صلہ، اس کے بعد دوسرے دن پھر دوسری واردات ہوتی ہے اور پھر وہی لگے بندھے بیانات وہی style اور آج تک law and order بتدریج خراب ہوتا جا رہا ہے۔اب تو وہ ایسا ہے کہ

اتنی ویراں تو کبھی صبح بیاباں بھی نہ تھی

کوئی ساعت کبھی اس درجہ گریزاں بھی نہ تھی
اتنی پرخار کوئی راہ مغیلاں بھی نہ تھی
اتنی پرہول کوئی شام غریباں بھی نہ تھی
اے وطن کیسے یہ دھبے در و دیوار پر ہیں
کس شقی کے یہ طمانچے تیرے رخسار پر ہیں

کراچی کے یہ حالات ہو چکے ہیں، پورا ملک جل رہا ہے اور نیرو چین کی بانسری بجا رہا ہے۔ بات یہ ہے کہ کیا امریکہ آج تک جہاں پر گیا ہے وہاں پر کبھی سکون آیا ہے۔ اس کے جانے کے بعد بھی سکون نہیں ملا اور ہم امریکہ کی جنگ لڑ رہے ہیں اور بڑے خوش ہیں کہ ڈالر ملیں گے۔ میں اس پر بڑی لمبی کہانی سنا سکتا ہوں لیکن آپ نے ابھی تھوڑی دیر بعد مجھے روک دینا ہے۔ جیسے وہ ہے کہ

نام چلے ہر نام داس کا کام چلے امریکہ کا
مور کھ اس کوشش میں ہیں سورج نہ ڈھلے امریکہ کا
نردھن کی آنکھوں میں آنسو آج بھی ہیں اور کل بھی تھے
برلا کے گھر دیوالی ہے تیل جلے امریکہ کا
دنیا بھر کے مظلوموں نے راز یہ سارا جان لیا
آج ہے ڈیرہ زرداروں کے سائے تلے امریکہ کا

اس ملک میں امریکہ یہ کر رہا ہے اور ہمیشہ اس نے یہ ہی کیا ہے۔ بلکہ مزید بات کروں تو بات یہ ہے کہ

ہندوستان بھی میرا ہے اور پاکستان بھی میرا ہے
لیکن ان دونوں ملکوں میں امریکہ کا ڈیرہ ہے
Aid کی گندم کھا کر ہم نے کتنے دھوکے کھائے ہیں
پوچھ نہ ہم نے امریکہ کے کتنے ناز اٹھائے ہیں
پھر بھی اب تک وادی گل کو سنگینوں نے گھیرا ہے
ہندوستان بھی میرا ہے اور پاکستان بھی میرا ہے

اور خان بہادر چھوڑنا ہوگا، خان بہادر کی جگہ اگر میں یہ کہہ دوں کہ

زرداری صاحب چھوڑنا ہوگا اب تو انگریزوں کا ساتھ
تا بہ گریباں آپہنچا ہے پھر سے انگریزوں کا ہاتھ

گورڈن براؤن تیرا نہ ہوا تو اوبامہ کب تیرا ہے

ہندوستان بھی میرا اور پاکستان بھی میرا ہے

میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ یہ حکومت خود اس ملک میں law and order کے مسئلے روزانہ کھڑے کرتی ہے، اس کا کوئی دوسرا ذمہ دار نہیں ہے۔ ایسی اپوزیشن تو انہیں آج تک ملی ہی نہیں ہے جس کو friendly opposition کا طعنہ دیا جاتا ہے۔ باقی بھی جتنے لوگ بیٹھے ہیں ان سے تعاون کر رہے ہیں لیکن یہ عجیب و غریب لوگ ہیں کہ جو تعاون کرتے ہیں ان کے ساتھ جواب میں یہ زیادتیاں کرتے ہیں۔ پنجاب میں ان کی حکومت کو ختم کرتے ہیں۔ وہاں پر [1][xxxxxxxxxxxx] ہر وقت لوگوں کو [xxxxxxxxxxx]

جناب چیئرمین: یہ الفاظ حذف کر دیے جائیں۔ کسی طریقے سے بات کی جائے، اپنی تقریر جاری رکھیں۔

سینیٹر مشاہد اللہ خان: کیا بات کریں، اس کا حال دیکھیں۔ آپ مجھے یہ بتائیں ابھی یہاں پر بات ہو رہی تھی کہ عدلیہ کا مسئلہ subjudice ہے، بالکل subjudice ہے لیکن عدلیہ کا معاملہ جمہوریت سے منسلک ہے۔ اگر آج عدلیہ آزاد ہے تو وہ ایک طویل جمہوری جدوجہد کے نتیجے میں آزاد ہے۔ اگر آج پھر عدلیہ کا حکم نہیں مانا جائے گا، عدلیہ کا مذاق اڑایا جائے گا، عدلیہ کے خلاف سڑکوں پر مظاہرے کیے جائیں گے تو اس سے جمہوری نظام متاثر ہو گا۔ جو چیزیں subjudice ہیں وہ ہیں لیکن اس کے بعد بات وہاں پر ختم نہیں ہو جاتی۔ مجھے بتائیں۔۔

(مداخلت)

جناب چیئرمین: چانڈیو صاحب no cross talks مشاہد اللہ صاحب اپنی تقریر جاری رکھیں۔ آپ کے دس منٹ ہو گئے ہیں اپنی تقریر ختم کر لیں۔

سینیٹر مشاہد اللہ خان: جناب والا! یہ law and order کا معاملہ ہی ہے۔ جب آپ غلط فیصلے کریں گے تو اس کے نتیجے میں امن و امان کا مسئلہ تو کھڑا ہو گا۔ یہ جتنے مسائل کھڑے ہوئے ہیں، یہ غلط فیصلوں کے نتیجے میں کھڑے ہوئے ہیں۔ اگر آج سے ڈیڑھ سال پہلے عدلیہ کو آزاد کر دیا جاتا تو ڈیڑھ سال تک اس ملک میں امن و امان کا مسئلہ نہ رہتا، لوگ جلوس نہ نکالتے۔ آج پیپلز پارٹی جو کہتی ہے کہ

---

[1] *[the words expunged by the order of the Mr. Chairman]*

ہمارے ایک سو نوے لوگ شہید ہوئے ہیں، وہ شہید نہ ہوتے۔ آج پھر انہوں نے وہی مسئلہ دوبارہ کھڑا کر دیا ہے۔ پورا ملک ایک طرف ہے، پوری civil society ایک طرف ہے، تمام سیاسی جماعتیں ایک طرف ہیں، پیپلز پارٹی کا بھی ایک بہت بڑا faction ایک طرف ہے لیکن چند لوگ جو بڑے بڑے بنے ہوئے ہیں، اللہ جانے کون سے مشیر ہیں، کیا advice دیتے ہیں کہ وہ advice دیتے ہیں، حکومت عملدرآمد کرتی ہے اور اگلے دن عدالت اس کو مسترد کردیتی ہے۔ کیا اس طریقے سے حکومتیں چلتی ہیں؟ اس کے بعد آپ پتلے جلارہے ہیں۔ پتلے جلانے سے کیا ہوگا؟ آپ کو یہ پتا نہیں ہے کہ اگر آپ پتلے جلائیں گے تو پھر آپ کے بھی پتلے جل سکتے ہیں۔ پتلے جلانے سے مسائل کا حل نہیں ہوتا۔ غنڈہ گردی سے مسائل کبھی بھی حل نہیں ہوتے ہیں۔ مسائل حل ہوتے ہیں صحیح فیصلے کرنے سے۔ جناب والا! یہ صحیح فیصلے نہیں کر پارہے ہیں۔ میں آپ کی وساطت سے یہ بات کہنا چاہتا ہوں کہ آج ایک مرتبہ پھر جو مسئلہ کھڑا ہو چکا ہے اس کو اتنی آسانی سے نہ لیا جائے، اسے subjudice کہہ کر ختم کرنے کی یا دبانے کی کوشش نہیں کرنی چاہیے، اس لیے کہ اس فیصلے کی وجہ سے یہ جمہوری نظام ایک مرتبہ پھر خطرے سے دوچار ہو گیا ہے۔ ابھی بھی وقت ہے اور میں اس floor پر یہ کہنا چاہتا ہوں کہ حکومت کو عقل کے ناخن لینے چاہییں۔ انہوں نے جو غیر آئینی، غیر قانونی notifications کیے ہیں ان کو withdraw کر لینا چاہیے۔ میں کوئی آئینی ماہر تو نہیں ہوں لیکن میں آئینی ماہرین کی باتیں سن رہا ہوں۔ میں ان باتوں کو سمجھ بھی رہا ہوں۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ ابھی تک حکومت ----

(مداخلت)

جناب چیئرمین: کاظم خان صاحب ان کو بات کرنے دیجیے۔ مشاہد صاحب آپ conclude کرلیں کیونکہ آپ کے پندرہ منٹ ہوگئے ہیں۔ کوئی interference or cross talks نہ کریں، انہیں بات کرنے دی جائے۔

سینیٹر مشاہد اللہ خان: جناب والا! اصل میں مسئلہ یہ ہے کہ برداشت نہیں کیا جا رہا۔ جس طرح سے یہ آوازیں آرہی ہیں اگر یہ ایوان صدر میثاق جمہوریت پر عمل کرتا، میثاق جمہوریت کوئی میثاق اقتدار تو نہیں تھا۔ ہم کوئی اقتدار تو نہیں مانگتے تھے۔ سترھویں ترمیم پر عمل کرتے، جو آئینی کمیٹی بیٹھی ہوئی ہے، جس سے اس قوم کو اب کوئی امید نہیں رہی ہے، اگر وہ وقت پر اپنا کام مکمل کر لیتی تو آج ہمیں یہ حالات نہ دیکھنے پڑتے لیکن اقتدار کا نشہ ہی ایسا ہوتا ہے کہ وہ کسی دوسرے کو

برداشت نہیں کرتا، نہ اس کی تقریر کو برداشت کرتا ہے، نہ اس کے وجود کو برداشت کرتا ہے، نہ اس کی کسی صحیح رائے کو برداشت کرتا ہے۔ اگر میاں نواز شریف صاحب نے کل press conference کی ہے تو کون سی ایسی آفت آگئی کہ یہ پتلے جلاتے ہیں۔ انہوں نے یہی کہا ہے کہ اگر آپ اس طرح کے فیصلے کریں گے تو جمہوریت کو خطرہ ہے اور آپ نے جمہوریت کو خطرے سے دوچار کر دیا ہے حالانکہ ہم پھر بھی یہ کہتے ہیں کہ فوج کو نہیں آنے دیں گے۔ میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ اس طرح کا action کرنے والے لوگ اگر آج اپوزیشن میں ہوتے تو فوج کے ساتھ ملے ہوئے ہوتے۔

میں آپ سے گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ کراچی کے مسئلے کا ایک اور بھی عجیب و غریب زاویہ ہے۔ وہ زاویہ یہ ہے کہ جب سیاسی تنازعہ پیدا ہوتا ہے۔۔۔

جناب چیئرمین: چلئے آپ conclude کر لیجئے .please کافی ٹائم ہو گیا ہے۔

سینیٹر مشاہد اللہ خان: Conclude ہی conclude ہے۔ جب کوئی تنازعہ پیدا ہوتا ہے تو وہ لوگوں کو مارنا شروع کر دیتے ہیں۔ target killing شروع ہوجاتی ہے اور جب تنازعہ ختم ہوتا ہے تو target killing بند ہو جاتی ہے۔ اس کا مطلب کیا ہے؟ کون مار رہا ہے؟ پھر جب سیاسی تنازعہ ختم ہوتا ہے تو اس کا تعلق اقتدار سے ہوتا ہے، اس کا تعلق لوگوں کے مفادات سے ہوتا ہے۔ جب مفادات مل جاتے ہیں تو ایک دوسرے کے گلے لگ جاتے ہیں، ایک دوسرے کو مبارکبادیں دی جاتی ہیں۔ ایک طرف لوگ مر رہے ہوتے ہیں اور دوسری طرف حلیم کھائی جاتی ہے۔، ہر ایک، دو ہفتے کے بعد ہم اس اتحاد کو لوگوں کے خون کی بھینٹ چڑھاتے ہیں اور ان کے مفادات کو بھینٹ چڑھاتے ہیں۔ کراچی کو قربان گاہ بنا دیا گیا ہے صرف اپنے اقتدار کو قائم رکھنے کے لیے۔ اقتدار تو آنی جانی چیز ہے۔ اقتدار زیادہ عرصہ نہیں رہے گا۔ ان سترہ کروڑ لوگوں نے یہیں رہنا ہے۔

جناب چیئرمین: جی، بہت بہت شکریہ۔

سینیٹر مشاہد اللہ خان: چلیں آپ کا بھی بہت بہت شکریہ۔

جناب چیئرمین: پیرزادہ صاحب۔

سینیٹر ڈاکٹر عبدالخالق پیرزادہ: جناب چیئرمین صاحب، بہت مہربانی۔ یہ ایسا موضوع ہے کہ ختم ہونے میں نہیں آتا، ختم کرنے سے بھی ختم نہیں ہو رہا ہے۔ میں تو بالکل سادہ سا مسئلہ یہ سمجھ رہا ہوں کہ ابھی ہمارے موقر ساتھی نے بیان کیا کہ اس مسئلے کی بنیادی وجوہات پر توجہ

نہیں دی جاتی ہے۔ سب سے زیادہ بنیادی وجہ میں یہ سمجھتا ہوں کہ اصل میں جس کو ہم مانتے ہیں اس کی تعلیم کو چھوڑ دیا ہے۔ ہم نے قرآن کی تعلیمات کو چھوڑ دیا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ہمیں تعلیمات دی تھیں انہیں چھوڑ دیا ہے۔ یہ ایک عام سی مولویوں والی بات ہے لیکن اگر آپ انسانیت کی تعریف اور انسانیت کی history کو دیکھیں اور عالمی سیاست کو دیکھیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اللہ تعالیٰ نے مبعوث کیا تھا تو دنیا میں سب سے زیادہ بدامنی اس زمانے میں موجود تھی۔ فراعنہ افریقہ سے لڑ رہے تھے، کسریٰ سے لڑ رہے تھے، کسریٰ رومن سے لڑ رہے تھے، رومن ان سے لڑ رہے تھے۔ یہاں جاگیردار اور کتنی ریاستیں تھیں راجاؤں کی، وہ لڑ رہے تھے۔ انسانیت، انسانیت کی دشمن بنی ہوئی تھی۔ غلامانہ نظام چلا ہوا تھا اور دنیا کے جتنے بڑے بڑے غلط کار آدمی تھے ان کی بادشاہی دنیا پر چھائی ہوئی تھی۔ اس حالت میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے فیصلہ کیا کہ ایک امن اور سلامتی کا نبی بھیج دیا جائے۔ اس نے آکر یہ بتایا کہ اللہ تعالیٰ یہ کہتے ہیں کہ انسانیت، انسانیت کے ساتھ رہے، انس کے ساتھ رہے، محبت کے ساتھ رہے، ایثار کے ساتھ رہے، سلامتی کے ساتھ رہے لیکن وہ قربانی، وہ ایثار، وہ احسان اور وہ اخوت جو مدینہ منورہ میں سکھائی گئی تھی اگر اس کو ہم بھول جائیں گے تو پھر یہی ہوگا، جو قوم اپنی اصلی تعلیمات کو بھول جاتی ہے وہ قوم پھر کبھی کامیاب نہیں ہوتی۔

اسلام نے ہمیں کیا دیا۔ اسلام کا ہم نام لیتے ہیں تو کہتے ہیں کہ یہ ملاّ ویسے ہی بول رہا ہے۔ اگر کوئی غریبوں کا نام لیتا ہے اور کہتا ہے کہ قرآن شریف میں غریبوں کے یہ حقوق آئے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے غریبوں کو یہ حق دیئے ہیں، انسانیت میں غریبوں کے یہ حقوق ہیں۔ امیر لوٹ کے لے گئے، امیر لوٹ کے بھاگ گئے۔ ان غریبوں کو مارتے ہیں ان پر الزامات کی بارش کر دی جاتی ہے تو پھر یہ کیسے ہوگا؟ باسٹھ تریسٹھ سال ہو گئے۔ کئی ملک جنہوں نے ترقی کی، ہم سے بعد میں آزاد ہوئے، انہوں نے غریبوں کو حق دیئے اور جاگیردارانہ نظام کو اپنے ملک میں تہس نہس اور ختم کر دیا۔ آج وہ ملک ہم سے غریب ہونے کے باوجود، قدرتی معدنیات وغیرہ نہ ہونے کے باوجود آرام سے زندہ رہ رہے ہیں لیکن اب ہمارے ہاں یہی ہے کہ جس کی لاٹھی اس کی بھینس، جس کے پاس لاٹھی نہیں اس پر الزامات۔ کوئی غریبوں کی بات کرے اس پر الزامات۔ کوئی شرافت کی بات کرے اس پر الزامات۔

اسلام نے جو ہمیں درس دیا تھا اس کا خلاصہ صرف ایک جملے میں بیان ہوتا ہے جناب چیئرمین صاحب! اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے جتنا قرآن، یہ تیس سیپارے اور ایک سو چودہ سورتیں نازل کی ہیں، ان سب کا خلاصہ امن و امان اور عدل و انصاف ہے اور وہ اس وقت تک قائم نہیں ہو سکتا، جتنی مرضی سیاسی جماعتیں

meetings کر لیں، جتنا مرضی سیاسی جماعتیں سر جوڑ کر بیٹھ جائیں، جتنا مرضی سیاسی جماعتیں ایک دوسرے کا سر پھوڑ دیں، خدا وحدہ' لاشریک کی قسم جب تک غریب کو اس کا حق نہیں ملے گا، بڑے طاقتور لوگوں کا سر نہیں کاٹا جائے گا اور لٹیروں کو ختم نہیں کیا جائے گا اس وقت تک اس ملک میں کیا کسی محلے میں امن قائم نہیں ہو سکتا ہے۔

اسلام صرف یہ کہتا ہے کہ امن قائم کرنے کا ایک اصول ہے اور اس کے علاوہ جتنی مرضی آیتیں پڑھ لو، جتنی مرضی قرأتیں کرلو، جتنے مرضی نیک بن جاؤ، جتنے مرضی جبے پہن لو، جتنی لمبی داڑھی رکھ لو، جتنے شریف بابو بن جاؤ، ان بابوؤں نے ہمارا بیڑہ غرق کیا۔ انہوں نے کہا کہ آپ اگر انگریز کی تعلیم پڑھیں تو ملک میں ترقی ہوگی۔ تریسٹھ سال سے اس ملک پر بابو حکومت کر رہا ہے۔ اس نے جاگیرداروں کو آگے بڑھایا، نیکوں کے سر کاٹے اور جناب عالی! مولویت کا بھی بیڑہ غرق کیا، مدرسوں کا بھی بیڑہ غرق کیا، تعلیم کا بیڑہ غرق کیا، تمام institutes کا بیڑہ غرق کیا۔ تمام کارخانوں کا بیڑہ غرق کیا۔ کیا کر لیا انگریز کی تعلیم پڑھ کر بھیا؟ کیا مساوات ہوئی؟ صرف ایک جملہ کہ آمدنی حلال کی ہو اور تقسیم منصفانہ ہو یہ قرآن کی تعلیم کا فیصلہ ہے۔ اگر آمدنی حلال کی نہیں ہوگی، آپ ڈانس کرنے والیوں سے ٹیکس لے کر ملک چلائیں گے، آپ ادھار اور سود پر ملک چلائیں گے تو آمدنی تو حرام کی ہوگئی ناں۔ اگر آمدنی حرام کی ہوگئی تو ملک کبھی نہیں چل سکتا۔ اگر آمدنی حرام کی لے بھی لی، بچہ حرام کا پیدا ہو بھی گیا اور اس کی پرورش صحیح نہ ہوئی تو پھر وہ صحیح انسان نہیں بن سکتا۔ جہاں سے بھی آپ نے آمدنی لے لی اس کی تقسیم اگر منصفانہ نہ ہوئی، غریبوں کے پاس ان کا حق نہ پہنچا، ضرورت مندوں کے پاس ان کی ضرورت کی اشیاء نہ پہنچیں تو جتنی مرضی آپ meetings کر لیں، جتنا مرضی آپ session کر لیں اس ملک میں کبھی بھی، کبھی بھی، کبھی بھی امن قائم نہیں ہو سکتا۔

میں یہ نہیں کہتا کہ جاگیرداری ختم کرو۔ جاگیردارانہ ذہن ختم کرو۔ آج جس کے پاس تھوڑی سی زمین ہو جاتی ہے وہ دوسرے کو 'کمی کمین' سمجھتا ہے۔ یہ ہمارے ملک کی اصطلاح ہے۔ لہذا غریبوں کو حق دلواؤ، آمدنی حلال کی کرو۔ میں صرف اتنا ہی کہہ کر بس کرتا ہوں، اس سے پہلے کہ آپ مجھے کہیں کہ پیرزادہ صاحب بس، "بڑیاں تیریاں گلاں سن لئیاں نیں"، لیکن میں بتاؤں اسلام میں یہ جائز ہے کہ اگر تمہیں روٹی نہیں ملتی اور ساتھ والے کے پاس بہت زیادہ حلوے مانڈے ہیں تو تم اس سے روٹی چھین کر کھا سکتے ہو اور اسلام نے یہ بھی کہا ہے کہ اگر اپنی ضرورت سے زیادہ چھینو گے تو قیامت کے دن پکڑے جاؤ گے۔ اس سے اچھا اصول کہاں مل سکتا ہے؟ لہذا غریبوں کو حقوق دلوا دو، غریبوں کا نام ساری

پارٹیاں لیتی ہیں۔ اللہ کے لیے دل سے غریبوں کا نام لو اور حلال کی آمدنی حاصل کرو۔ قرضے وغیرہ لینے بند کرو، میں نے آج سے ڈیڑھ سال قبل اس طرف کھڑے ہو کر تقریر کی تھی کہ جنہوں نے ملک کا پیسہ کھایا ہے اگر وہ مر گئے ہیں تو ان پر مقدمہ چلایا جائے دوبارہ۔ ان کو قبر سے نکال کر پھانسی پر چڑھایا جائے، دیکھیں یہ ملک صحیح ہوتا ہے کہ نہیں۔ آپ زندوں کی بات کرتے ہیں، 1947ء میں، میں ڈھائی مہینے کا تھا تو ہندوستان سے میری ماں گود میں اٹھا کر لے کر آئی تھی۔ اس وقت سے ہم نے جس طرف دیکھا ظلم ہی ظلم ہے لیکن باہر کی مشاورتیں جو ہوتی ہیں،

تجھے کیا بتاؤں اے دلربا میرے غم کا قصہ طویل ہے
میرے گھر کی لٹ گئی آبرو ہوا غیر جب سے دخیل ہے

یہ تمام چیزیں صرف ان دو تین points کے اندر بیان ہوتی ہیں، جتنی تقاریر آپ آج سینیٹ میں کروا لیں، کل کروا لینا۔ اللہ آپ کو سو سال تک چیئرمین رکھے، سو سال تک تقاریر کرواتے رہنا۔ اگر قرآن کے ان اصولوں پر توجہ نہ ہوئی تو اس ملک میں کبھی امن نہیں ہو سکتا۔

جناب چیئرمین: ڈاکٹر محمد اسمٰعیل بلیدی۔

سینیٹر ڈاکٹر محمد اسمٰعیل بلیدی: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب چیئرمین۔ آپ کی بہت مہربانی آپ نے مجھے بولنے کا موقع دیا۔ یہ امن و امان کا مسئلہ ہے اور اس پر ہم آج بحث کر رہے ہیں لیکن مجھے افسوس ہے کہ یہاں متعلقہ وزیر داخلہ یا وزیر مملکت برائے داخلہ ان میں سے کوئی بھی موجود نہیں ہے تو یہ ایسے ہی ہے کہ ہم وقت ضائع کرتے ہیں اور یہاں بولتے ہیں اور تجاویز دیتے ہیں اور ان کو کوئی نوٹ کرنے والا نہیں ہے یا ان کو کوئی response کرنے والا نہیں ہے۔ یہ ایک routine ہے، روایت ہے۔ یہاں تو نشستند و گفتند و برخاستند والی بات ہے تو یہاں تقاریر کرنے یا تجاویز دینے پر کوئی کارروائی یا عملدرآمد کس طرح ہوگا، یہ تو میں بار بار دیکھ رہا ہوں مجھے بارہ سال ہوگئے ہیں۔۔۔

جناب چیئرمین: نئیر بخاری صاحب تشریف رکھتے ہیں۔

سینیٹر ڈاکٹر محمد اسمٰعیل بلیدی: سارا بوجھ تو بخاری صاحب پر نہ ڈالیں۔ وہ تو قائد ایوان ہیں جو متعلق وزیر ہیں وہ کہاں ہیں۔

جناب چیئرمین: بخاری صاحب! متعلقہ وزیر کہاں ہیں۔

سینیٹر سید نیر حسین بخاری (قائد ایوان): جناب والا! بلیدی صاحب جو issues raise کر رہے ہیں certainly, Interior Minister would respond to those issues. یہ مطمئن رہیں، ان کو گھبرانے کی ضرورت نہیں۔ ان کی تجاویز کا انہیں جواب ملے گا۔

سینیٹر ڈاکٹر محمد اسمٰعیل بلیدی: اس کے علاوہ Secretary Interior, Joint Secretary جو فیصلے کرتے ہیں وہ بھی گیلری میں موجود نہیں ہیں۔ آپ نے یہاں ہدایت جاری کی تھی کہ Question hour or debate سے متعلقہ سیکریٹری کو یہاں موجود ہونا چاہیے۔

جناب چیئرمین: بخاری صاحب! Minister of state for Interior کو بلوائیں۔

سینیٹر سید نیر حسین بخاری: ان کو بلوا لیتے ہیں۔

سینیٹر ڈاکٹر محمد اسمٰعیل بلیدی: جناب والا! یہ امن و امان کا مسئلہ انتہائی گھمبیر ہے اور یہاں روز بروز اس کی حالت بدتر ہوتی جا رہی ہے۔ یہاں کوئی control نہیں ہے۔ اسلام آباد میں اس Parliament House, Parliament lodges, President House کو red zone قرار دیا گیا ہے۔ اگر اس ملک کے Capital کا بھی کوئی تحفظ نہ ہو تو سوات یا بلوچستان یا وزیرستان یا کراچی ثانوی درجہ رکھتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ حکومت سنجیدہ نہیں ہے اور یہاں امن و امان خراب کرنے میں بہت سارے لوگ ملوث بھی ہیں۔ پاکستان میں ۲۰۰۱ سے لے کر ۲۰۰۹ تک سکیورٹی کے ۱۹۹۳ اہل کار شہید ہوئے ہیں، ۵۲۶۵ زخمی ہوئے ہیں۔ اسی طرح ۵۶۲۰ civilian مارے گئے اور ۱۰۹۹۱ زخمی ہوئے ہیں۔ جناب والا! آپ ان اعداد و شمار کو دیکھیں اور اسی طرح ۲۰۰۹ میں ۱۷۳۳ لوگ مارے گئے، ان میں صوبہ سرحد کے ۲۱۳۵ ہیں، پنجاب کے ۳۰۹ ہیں تو جس تیزی سے یہاں لوگوں کو مارا جا رہا ہے، خود کش حملے ہو رہے ہیں۔ اس ملک میں باقاعدہ لوگوں کو اٹھایا جا رہا ہے۔ اگر اس ملک کا وزیر اعظم، صدر اور Member of Parliament and Parliament کے تحفظ کی بھی کوئی گارنٹی نہ ہو تو آپ کس طرح کہہ سکتے ہیں کہ اس ملک کو ترقی دینے میں ہم سنجیدہ ہیں۔ جناب والا! میں حیران ہوں کہ کراچی یا بلوچستان یا سرحد میں جتنے واقعات ہوتے ہیں، ایجنسیوں کو ہم جتنی تنخواہ دیتے ہیں ان کی duty یہ ہے کہ وہ صحیح inquiry کریں کہ ان واقعات کی وجہ کیا ہے اور ان میں کون لوگ ملوث ہیں۔ مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ایسے واقعات کی تفتیش میں آج تک کسی ایجنسی نے صحیح reporting نہیں کی کہ فلاں شخص ان واقعات میں ملوث ہے، اس کی وجہ کیا تھی اور اس کا تدارک

کس طرح کیا جا سکتا ہے۔ اس لیے یہ واقعات روز بروز بڑھتے جا رہے ہیں، کم نہیں ہو رہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ امن و امان خراب کرنے کے جو واقعات ہوتے ہیں ان کے متعلق ہم نے کئی بار کہا ہے کہ ان میں یہاں کی ایجنسیاں بھی ملوث ہیں۔ یہاں کے ادارے خود اس ملک کے حالات کو خراب کرنے کے درپے ہیں تو ہم کس سے شکوہ کریں اور کس ادارے کو involve کریں۔

جناب والا! ہم کہتے ہیں کہ ہم دہشت گردی کی جنگ لڑ رہے ہیں۔ یہ ہماری جنگ نہیں ہے، یہ جنگ امریکہ کی ہے۔ امریکہ نے یہاں آنے اور اس خطے کو disturb کرنے کے لیے، اس نے ہمیں چند ڈالر دکھانے کے لیے، کھلانے کے لیے، ہمارے پورے ملک کو غیر محفوظ کر رکھا ہے۔ پہلے وزیرستان، چمن یا سوات میں یہ قبائلی لوگ بندوق اٹھا کر خود ہمارے ملک کی حفاظت کرتے تھے لیکن ہم نے ان کے خلاف وہاں کارروائیاں شروع کیں اور وہاں جو اصل دہشت گرد تھے یا ہیں ان کے ساتھ ایجنسیوں کا رابطہ ہے، وہ وہاں اکٹھے کھانا کھاتے ہیں، اکٹھے meetings کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ جگہ چھوڑیں دوسری جگہ جائیں تا کہ ہم بمباری کریں اور وہاں بمباری کرتے ہیں جہاں کوئی دہشت گرد نہیں ہوتا بے گناہ طلبا ہوتے ہیں یا بے گناہ معصوم انسان ہوتے ہیں اور کہتے ہیں کہ فلاں جگہ ہم نے اتنے دہشت گرد مارے ہیں۔ جناب والا! امریکہ کو کیا اختیار ہے کہ وہ ہمارے اندرونی معاملات میں مداخلت کرے۔ یہاں ابھی جو انتخابات ہوئے تھے اس میں عوام نے ثابت کر دیا کہ وہ امریکہ کے خلاف ہیں اور انہوں نے امریکہ نواز پارٹیوں کو شکست دی۔ سترہ کروڑ عوام نہیں چاہتے کہ امریکہ ہمارے اندرونی معاملات میں مداخلت کرے۔ جب تک ہم اپنی خارجہ پالیسی پر نظر ثانی نہیں کریں گے اس وقت تک اس ملک میں امن قائم نہیں ہوگا۔ یہاں ہمیں امریکہ کو یہ کہنا پڑے گا کہ آپ اپنی حد میں رہیں۔ امریکہ کا نائب صدر آ کر ہمارے D.G. ISI سے ملاقات کرتا ہے، ہمارے Chief Election Commissioner سے ملاقات کرتا ہے۔ ہمارے اندرونی اداروں کے سربراہوں سے ملاقات کرتا ہے، ان کو کس نے اجازت دی ہے لیکن ہمارے حکمران بزدل ہیں وہ امریکہ کو خوش کرنے کے لیے اور اپنی کرسیاں بچانے کے لیے، وہ سمجھتے ہیں کہ شاید امریکہ ہماری کرسی کی حفاظت کرتا ہے لہٰذا آپ سوچیں کہ جب تک امریکہ اپنی خارجہ پالیسی پر نظر ثانی نہیں کرے گا اور یہاں ڈرون حملے بند نہیں کرے گا، یہاں directly جا کر مدرسوں پر بمباری بند نہیں کرے گا، بے گناہ لوگوں کا قتل عام بند نہیں کرے گا تو اس ملک میں امن و امان قائم نہیں ہو سکے گا۔ امریکہ دانستہ طور پر چاہتا ہے کہ اس ملک میں حالات خراب ہوں ۔ہمارے حکمرانوں کو ہوش کے ناخن لینے چاہئیں اور امریکہ سے کہنا چاہیے کہ خبردار! آپ اپنے ملک میں

رہیں، ہم تعلقات ضرور چاہتے ہیں لیکن اس کے یہ معنیٰ نہیں کہ آپ ہمارے ملک کے اندرونی معاملات میں مداخلت کریں۔

جناب والا! بلوچستان میں missing persons کا مسئلہ ہے اور آئے دن وہاں کے لوگوں کو اغوا کیا جا رہا ہے۔ وہاں FC operation کر رہی ہے اور بے گناہ لوگوں کو ابھی تک یہ پتا نہیں کہ وہ کہاں ہیں حالانکہ وزیر اعظم صاحب نے اعلان کیا تھا کہ ان کو بازیاب کرایا جائے گا اور وزیر اعظم نے یہ بھی کہا تھا کہ خوست چیک پوسٹ ختم کی جائے لیکن ابھی حال ہی میں، میں وہاں گیا تھا تو پتا چلا کہ وہ check post صرف ایک ہفتے کے لیے اٹھائی گئی، اور پھر دوبارہ وہ چیک پوسٹ وہاں بحال کر دی گئی ہے۔ جناب چیئرمین! اگر وزیر اعظم کے حکم کی یہ حیثیت ہے کہ ادارے اور ایجنسیاں ان کو نہیں مانتے ہیں تو پھر ان کو ایسا اعلان پارلیمنٹ میں نہیں کرنا چاہیے۔ ان کو معلوم ہونا چاہیے کہ وہ نام کے وزیر اعظم ہیں اور ان کے پاس کوئی اختیار نہیں ہے۔ یہاں پر فیصلہ کرنے والے اور لوگ ہیں۔ جناب! یہ پارلیمنٹ برائے نام ہے۔ جناب! مشترکہ اجلاس میں یہ فیصلہ کیا گیا تھا کہ امریکہ یہ drone attacks بند کرے لیکن اسی شام امریکہ نے کہا کہ تم فیصلہ کرنے والے کون لوگ ہوتے ہو؟ پھر انہوں نے drone حملے کیے۔ جناب! اگر اس ملک کو بچانا ہے تو ہمیں سیاسی اختلافات کو چھوڑ کر اس کی طرف توجہ دینی چاہیے۔ ملک میں امن و امان قائم کرنے کے لیے ایک الگ ادارہ قائم کرنا چاہیے۔ ہمارے ملک میں جو کچھ ہو رہا ہے، وزیر داخلہ کو اس کا پتا نہیں ہوتا، وہ تو صرف ٹی وی کے سامنے اور اخباروں میں اپنی projection کرتا رہتا ہے اور ادھر ادھر گھومتا رہتا ہے۔

جناب چیئرمین! امن و امان کو قائم کرنے کے لیے تمام parliamentarians کو بیٹھ کر فیصلہ کرنا چاہیے اور جائے وقوعہ پر جا کر وہاں کے لوگ سے مل کر مسئلے کو حل کرنا چاہیے۔ ہم تو Parliament lodges میں بھی خوف و ہراس سے رہتے ہیں۔ یہاں پر ہم کہتے ہیں کہ ہمیں رہنے کے لیے پنڈی میں کوئی گمنام جگہ لے لینی چاہیے تاکہ کسی کو پتا نہ چلے کہ یہ سینیٹر ہے یا ایم این اے ہے۔ اگر یہی حالت رہی تو آپ ملک کو کس طرح چلائیں گے اور باہر سے سرمایہ کار یہاں کیسے آئیں گے؟ ہمیں یہ فیصلہ بڑی سنجیدگی سے کرنا ہوگا تاکہ ملک میں امن و امان قائم ہو سکے۔

جناب چیئرمین: بہت شکریہ۔ جی چٹھہ صاحب۔

سینیٹر نعیم حسین چٹھہ: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب چیئرمین! آپ کا بہت شکریہ۔ آج کل اس ایوان بالا میں ملک کی امن و امان کی صورتحال، security دہشت گردی اور کراچی کے واقعات زیر بحث ہیں ۔ پہلے میرے بہت سے دوستوں نے یہاں بہت سارے پہلووں کو اجاگر کیا۔ اس وقت ملک میں law and order and security کا نام و نشان تک نہیں تو اس پر کیا بحث کی جائے۔ یہ state کی بنیادی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے شہریوں کو تحفظ فراہم کرے لیکن اس میں ان کی 100% ناکامی ہے ۔ اس لحاظ سے صرف صوبہ سرحد ، فاٹا، کراچی اور بلوچستان نہیں بلکہ لاہور اور اسلام آباد بھی دہشت گردی کی لپیٹ میں ہے۔ جناب! ہم پارلیمنٹ لاجز سے یہاں تک آنے میں کتنی security and hurdles سے گزر کر آتے ہیں جس سے یہ احساس ہوتا ہے کہ ہم شہر میں نہیں پھر رہے بلکہ تحفظ کی خاطر کسی چھاؤنی میں پھر رہے ہیں۔ جناب! امن و امان کی صورتحال اتنی ناگفتہ بہ ہے کہ اس سے جتنی بھی تشویش، جتنا بھی افسوس اور ان پر باتیں کی جائیں وہ کم ہیں۔ تھوڑا بہت پنجاب کے interior میں فرق ہے لیکن وہاں بھی سورج غروب ہونے کے بعد آدمی ایک دیہات سے دوسرے دیہات نہیں جا سکتا کیونکہ ڈاکو لوٹ لیتے ہیں ۔ مزے کی بات یہ ہے کہ اس قسم کی جتنی بھی وارداتیں ہوتی ہیں، ان کا سوائے مذمت کے ، یا پرچہ درج کرلینے کے ، کسی مجرم کو کیفر کردار تک نہیں پہنچایا جاتا۔ جو لوگ ان حادثات کا شکار ہوتے رہے ہیں ان کو حکومت compensate کرتی رہی ہے ۔ حکومت کے پاس پیسا نہیں ہے اور اسے اس قسم کے اضافی اخراجات بھی برداشت کرنے پڑ رہے ہیں۔ ملک میں غربت، رشوت، ڈاکہ زنی، چوری، کام چوری اتنی زیادہ ہے کہ کوئی شخص سکون کے ساتھ اسلام آباد میں ، لاہور میں، کراچی میں کسی جگہ بھی نہیں رہ سکتا۔ اس کا کوئی پرسان حال نہیں ہے۔ سیکورٹی فورسز dignitaries کو protocol دینے میں مصروف ہیں۔ وہ اپنے فرائض انجام نہیں دیتے ۔ کوئی بڑی تگ و دو کے ساتھ FIR کٹوا لیتا ہے لیکن اس کی کوئی پیروی، نشاندہی، سراغ رسانی یا تفتیش وغیرہ سامنے نہیں آتی۔ بہر حال ملک کی حالت اتنی خراب ہے کہ اللہ خود اس کو محفوظ رکھے۔ حکومت یقیناً اس طرف کوئی خاص توجہ نہیں دے رہی۔ ملک میں جو دہشت گردی چل رہی ہے ، اس میں بہت سارا ناجائز اسلحہ استعمال ہو رہا ہے اور دہشت گرد بدامنی پھیلا رہے ہیں۔ ملک کو ترقی کی راہ پر گامزن کرنے کے لیے حکومت کا بنیادی فریضہ یہ ہے کہ وہ ملک کے اندر حالات کو ٹھیک کرے ۔ جناب! سرمایہ دار یہاں پر پیسا کیسے لگائے گا جب یہاں پر امن و امان کا مسئلہ ہے، بجلی اور گیس کی کمی ہے، تیل وغیرہ کی

کمی ہے اور ان تمام بحرانوں کا اثر وہاں پڑ رہا ہے اور ساری زراعت تباہ ہو رہی ہے، ملک بدحال ہو رہا ہے، غریب ہو رہا ہے اور لوگ غربت کی وجہ سے اپنے بچے فروخت کر رہے ہیں، اپنے اعضاء بیچ رہے ہیں اور یہ سب کچھ پاکستان کے مسلمانوں کے ساتھ ہو رہا ہے۔ ان حالات کے باوجود حکومت نے مستقبل کے لیے کوئی حکمت عملی وضع نہیں کی۔ بار بار یہ کہا جاتا ہے کہ جمہوریت بڑی قربانیوں کے بعد آئی ہے۔ یہ درست بات ہے لیکن جمہوری حکومت یا جمہوریت کا تقاضا یہ ہے کہ جمہور کی سوچ اور لوگوں کی فلاح و بہبود پیش نظر ہو اگر ایسا ہو تو پھر جمہوریت بہت قابل عزت چیز ہے لیکن یہاں جمہوری تقاضوں کے مطابق کوئی کام نہیں ہو رہا۔ لوگوں نے الیکشن کے دوران یہی کہا کہ جو لوگ امریکہ نوازی یا دہشت گردی میں ملوث ہیں یا امریکہ کی پالیسی پر عمل کر رہے ہیں ان کو مسترد کرتے ہیں اور وہ لوگ جو criticize کرتے تھے انہوں نے پیپلز پارٹی اور مسلم لیگ (ن) کے جو لوگ تھے انہیں ووٹ دیے اور یہ برسراقتدار آئے۔ لوگ تبدیلی کا تقاضہ کرتے تھے، انصاف چاہتے تھے، امن و امان چاہتے تھے لیکن بدقسمتی سے یہ حکومت پہلی حکومت سے زیادہ اقتدار کی طوالت کی خاطر امریکہ نوازی میں لگی ہوئی ہے اور اپنا سب کچھ گروی رکھا ہوا ہے اور ملک کی بہتری کے لیے کچھ نہیں کیا جا رہا ہے، غیرت نام کی کوئی چیز نہیں پائی جاتی۔ ہر بندہ مایوس و بے بس ہے اور سوائے نماز پڑھ کر دعا کرنے کے اس کے پاس کوئی چیز نہیں کہ وہ سمجھے کہ پاکستان کو اللہ نے بنایا ہے، اللہ اسے تحفظ دے۔ جناب! جمہوریت کے لیے یہ ضروری ہے کہ پارلیمنٹ اور سیاسی جماعتوں کی آواز کے مطابق پالیسیاں بنائی جائیں تاکہ حکومت لوگوں کی خوشحالی اور ملک کی ترقی کے لیے کام کر سکے۔

جناب چیئرمین! کل پرسوں سے ایک بار پھر اداروں کا ٹکراؤ آ گیا ہے۔ لوگوں کو ایک امید سی ہو گئی تھی کہ آزاد عدلیہ ہونے سے انہیں انصاف ملے گا۔ جناب! جس طرح عدلیہ انصاف اور غیر جانبداری کے ساتھ فیصلے کر رہی تھی تو لوگوں کے دلوں میں ایک خوشی سی آ گئی تھی کیونکہ وہ سمجھ رہے تھے کہ کم از کم ایک ایسا ادارہ موجود ہے کہ اگر کسی کے ساتھ ظلم و ستم اور زیادتی ہو تو ہم اب کسی دروازے کو کھٹکھٹا سکتے ہیں۔ اب حکومت وقت نے بلاوجہ ایک فیصلہ کر دیا جس سے ایک افراتفری اور اداروں کا ٹکراؤ پیدا ہو گیا۔

جناب چیئرمین: یہ matter subjudice ہے۔

سینیٹر نعیم حسین چٹھہ: ملک اور جمہوریت کو پہلے ہی بہت خطرات تھے لیکن یہ ایک نیا قضیہ کھڑا ہو گیا ہے۔ اس قسم کے فیصلوں اور زیادتیوں سے اجتناب کرنا چاہیے تاکہ ملک اور جمہوریت قائم رہے کیونکہ ہمارے دشمن انڈیا، امریکہ اور اسرائیل موقع کی تلاش میں ہیں اور ان کا آپس میں گٹھ جوڑ بھی ہے۔ جناب! یہاں دن بدن بحرانوں میں اضافہ ہو رہا ہے۔ پانی کی قلت ہو رہی ہے، زراعت ختم ہو رہی ہے، صنعت ختم ہو رہی ہے۔ لوگوں میں غربت، بے روزگاری، بے چینی اور بے اطمینانی بڑھ رہی ہے۔ تو اس لحاظ سے میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں اس وقت بھی ہوش کے ناخن لینے چاہییں۔ اتنا اچھا ملک جو قدرتی وسائل سے مالا مال ہے اور اپنے محل و قوع سے بہت زیادہ محترم اور اہم ملک ہے لیکن اس کے باوجود ہم کاسہ لیس بنے ہوئے ہیں۔ صرف گدائی، بھیک مانگنے اور قرض لینے کے علاوہ ہمارے پاس کوئی کام نہیں ہے۔ ہمارے پاس کوئی آمدنی بھی نہیں ہے اور ہم کوئی مثبت کام بھی نہیں کر رہے ہیں کہ جس سے ملک ترقی کر سکے اور اس کا future کم از کم لوگوں کو نظر آئے کہ آج نہیں، کل نہیں، پرسوں نہیں، کبھی تو اچھا ہو گا۔ وہ سارے کہہ رہے ہیں کہ امریکہ اور چین جیسے ملکوں نے ہزاروں بڑے بڑے ڈیم بنائے ہیں۔ ہمارا بارشوں کا سارا پانی ضائع ہو جاتا ہے اور بجلی بھی پیدا نہیں ہوتی۔ حکمران اتحاد کا دن رات یہی کہنا ہے کہ ہم نے ڈیم نہیں بنانے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم نہیں بنائیں گے۔ تو پھر چلو مل کر حکومت کریں۔ حکمرانی میں مست رہیں۔ پبلک کی خوشحالی اور پبلک کے مستقبل اور ملک کی بقاء کے لئے کوئی کام نہیں ہو رہا ہے۔ سارے کے سارے لوگ مایوس ہو گئے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ ابھی وقت ہے۔ اتنی اچھی قوم ہے اور اتنے اچھے وسائل ہیں لیکن صرف قومی سوچ اور قومی پالیسی اور قوم کی خوشحالی اور اس کے مستقبل کو سامنے رکھتے ہوئے، قائد اعظم کے اصولوں پر عمل کرتے ہوئے اپنے مفادات کی قربانی دے کر قومی اور ملکی مفادات کو سامنے رکھتے ہوئے اگر کام کریں تو یقیناً ملک خوشحال ہو گا، قائم رہے گا اور مضبوط بھی ہو گا۔ یہ ہمارا ایک اخلاقی فریضہ ہے اور یہ ملک اللہ تبارک و تعالیٰ نے ایک تحفہ دیا ہے اور ایک معجزے کے ساتھ بنا ہے اور بڑے اچھے کردار کے ساتھ بنا اور بڑے اچھے محل وقوع میں بنا لیکن ہم اس کو ضائع کر رہے ہیں۔ ہم اس آزادی کی کوئی قدر نہیں کر رہے ہیں۔ تو اس لحاظ سے میں سمجھتا ہوں کہ حکومت وقت کو چاہیے کہ جمہوریت کی قدر کرتے ہوئے، اپنی آزادی کی قدر کرتے ہوئے اور اپنے لوگوں کے mandate کو سامنے رکھتے ہوئے اور لوگوں کی تکلیفوں کو سامنے رکھتے ہوئے

کچھ سوچ کر ایک پالیسی مرتب کرے جس سے ملک اور قوم کو خوشحالی اور بہتر مستقبل کی ضمانت دی جا سکے۔ تو میں انہی الفاظ کے ساتھ جناب آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

جناب چیئرمین: بہت بہت شکریہ۔ جی الیاس بلور صاحب۔

سینیٹر الیاس احمد بلور: Thank you very much Mr. Chairman. بڑے افسوس سے یہ کہنا پڑتا ہے کہ قربانی دینے والے کوئی ہوتے ہیں اور قربانی دینے کے بعد فائدے اٹھانے والے کوئی ہوتے ہیں۔ اس ہاؤس میں آج بھی میں دعوے سے کہتا ہوں کہ 60% وہ لوگ ہیں جو پارٹی بدلتے ہیں، کبھی ایک طرف اور کبھی دوسری طرف چلتے جاتے ہیں اور ہر چیز کا فائدہ اٹھاتے ہیں اور ہر حکومت سے فائدہ اٹھاتے ہیں اور حکومت سے فائدہ اٹھانے کے بعد پھر جمہوریت کی قوتوں پر تنقید بھی کرتے ہیں۔ افسوس تو یہ ہے کہ وہ لوگ جو اپنی جگہ پر کھڑے ہونے والے ہیں ان کو حق پہنچتا ہے کہ وہ تنقید کریں۔ جو لوگ کبھی بکتے نہیں ہیں، جو کبھی جھکتے نہیں ہیں اور جو لوگ کبھی کسی پارٹی کو بدل کر دوسری پارٹی میں جاتے نہیں ہیں ان کا حق ہے کہ وہ تنقید کریں اور صحیح تنقید کریں۔ تنقید برائے تنقید جو ہوتی ہے جناب! مجھے اس پر بڑا دکھ آتا ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ

بعد مرنے کے میری قبر پر رونے آیا

ہائے اس زود پشیماں کا پشیماں ہونا

جناب چیئرمین! میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ آج جو ہم پر گزر رہی ہے، آج جو ہم پر آگ لگی ہوئی ہے کسی پر نہیں لگی ہوئی ہے۔ آج ہمارے MPAs مر رہے ہیں۔ ہمارے چار MPAs مر چکے ہیں۔ دہشت گردی کے حوالے سے جو ہم پر گزر رہی ہے، ہم جس طریقے سے پشاور میں چلتے ہیں اور جس طریقے سے ہم دوسرے شہروں میں چلتے ہیں ہمیں افسوس سے یہ کہنا پڑتا ہے کہ ہمیں اس کا کیا سلہ ملتا ہے۔ کچھ بھی نہیں ملتا لیکن ہم کہتے ہیں کہ ہم ایک پارٹی کے ساتھ کھڑے ہیں، ہم ایک جگہ پر کھڑے ہیں اور ہم اس پر کھڑے رہے گے۔

آئینی کمیٹی کی بات کی جاتی ہے۔ آئینی کمیٹی کو تو خدا کے لئے آج رضا ربانی صاحب یہاں پر بیٹھے ہیں، آئینی کمیٹی کے بارے میں مجھے یاد ہے کہ جب 1973 کی Constitution بن رہی تھی تو میں نیپ کا سینٹرل کمیٹی کا ممبر تھا، اس وقت ہم لوگ کہتے تھے جو Youth تھی وہ سارے کہتے تھے کہ دستخط نہ کریں کیونکہ ہمیں صوبائی خودمختاری نہیں ملے گی، تو کہا گیا تھا کہ نہیں Concurrent list

جو ہے وہ دی جائے گی اور دس سال کے بعد صوبائی خودمختاری ملے گی۔ آج اس کو 38 سال ہو گئے ہیں مگر ہمیں کوئی صوبائی خودمختاری نہیں ملی۔ آج جو لوگ کمیٹی کی بات کرتے ہیں، آج خدا کو حاضر ناظر جان کر چھوٹے صوبوں کو خودمختاری دے دیں اور اس میں رکاوٹ نہ بنیں، کل آئینی کمیٹی کا فیصلہ ہو جائے گا۔ آج ہمارے نام کو مان لیں، کل آئینی کمیٹی کا فیصلہ ہو جائے گا۔ بیٹا میرا پیدا ہوتا ہے تو اس کا نام آپ کو رکھنے کا کیا حق ہے۔ جب میرا بیٹا پیدا ہوا ہے تو مجھے اس کا نام رکھنے کا حق ہے۔ پنجاب کا حق ہے پنجاب کے لوگوں کا حق ہے۔ کہتے ہیں کہ پانچ دریاؤں کا نام ہے۔ پانچ دریاؤں میں سے دو دریا تو آپ پنجاب کے لوگ بیچ کر آئے تھے۔ پٹھانوں، سندھیوں اور بلوچوں نے نہیں بیچا۔ پنجاب کے لوگوں نے دو دریا بیچے ہیں تو تین دریا رہ گئے۔ سرائیکی صوبہ الگ ہے۔ کہتے ہیں کہ ہزارہ۔ ارے ہمارے بھائی ہیں ہمارے ہزارے والے۔ ہزارے میں تو جدون بھی پٹھان ہیں، ترین بھی پٹھان ہیں، صرف عباسی پٹھان نہیں ہیں۔ عباسی مکہ سے آئے ہوئے ہیں۔ عباسی تو اس وقت بہاولپور میں بھی ہیں، عباسی تو کراچی میں بھی ہیں بلکہ عباسی تو ہر جگہ پر موجود ہیں۔ سرائیکی بولنے والے بھی ہیں، پوٹھوہاری بولنے والے بھی ہیں اور پنجابی بولنے والے بھی ہیں جبکہ نام پنجاب ہے۔ سر آنکھوں پر، ہمیں قبول ہے۔ ہمارا بڑا بھائی ہے۔

جناب چیئرمین: عباسی لاڑکانہ میں بھی ہیں۔ صفدر عباسی بیٹھے ہوئے ہیں۔

سینیٹر الیاس احمد بلور: ہاں، عباسی تو لاڑکانہ میں بھی ہیں۔ عباسی تو سب جگہوں پر ہیں۔ جناب! میں یہ کہنا چاہتا ہوں آئینی کمیٹی کا فیصلہ کل ہو سکتا ہے۔ رضا ربانی کل اعلان کر سکتا ہے اگر خدا کو حاضر ناظر جان کر یہ چھوٹے صوبوں کو صوبائی خودمختاری دیں اور ہمارا نام تسلیم کریں تو کیوں نہیں ہو گا، کون نہیں مانتا۔ جو نہیں مانتے وہی کہتے ہیں، وہی game کھیل رہے ہیں۔ وہی لوگ اس ملک کے ساتھ game کھیلتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ خطرہ ہے زرداروں کو، اونچی اونچی دیواروں کو اور بڑے بڑے محلات کو۔ خطرے میں جمہوریت بھی نہیں اور اسلام بھی نہیں ہے انشاء اللہ۔ خطرے ان بڑے لوگوں کو ہیں کہ ان کے بڑے بڑے کچھ ہیں۔ غریبوں کو کوئی خطرہ نہیں ہے۔ انشاء اللہ جمہوریت رہے گی۔ ہم لوگوں نے قربانیاں دی ہیں۔ ہم نے ہمیشہ قربانیاں دی ہیں اور آج بھی دیتے رہیں گے، پھر بھی دیتے رہیں گے۔ ہم پارٹی نہ بدلیں گے اور نہ بدلتے ہیں۔ جو لوگ ایک پارٹی سے دوسری اور دوسری پارٹی سے تیسری پارٹی میں چلے جاتے ہیں۔

(اس مرحلے پر ایوان میں مغرب کی اذان سنائی دی)

جناب چیئرمین: نماز کے بعد آپ continue کریں گے؟

سینیٹر الیاس احمد بلور: جی ہاں، نماز کے بعد مجھے اجازت دیں۔

جناب چیئرمین: ٹھیک ہے۔ پھر نماز کے لئے 20 منٹ کا وقفہ کر لیتے ہیں۔ شکریہ۔

(اس مرحلے پر ایوان کی کارروائی نماز مغرب کے لئے ملتوی کی گئی)

(وقفہ نماز مغرب کے بعد اجلاس کی کارروائی دوبارہ شروع ہوئی اور جناب چیئرمین فاروق حامد نائیک کرسی صدارت پر متمکن ہوئے۔)

جناب چیئرمین: بلور صاحب۔

سینیٹر الیاس احمد بلور: شکریہ جناب چیئرمین۔ وہ تسلسل ہی ٹوٹ گیا، میں بات کر رہا تھا۔

جناب چیئرمین: میرا قصور تو نہیں ہے۔

سینیٹر الیاس احمد بلور: قصور آپ کا نہیں ہے۔ چلیں اذان ہو گئی، نصیب کی بات ہے۔ جناب والا! میں یہ عرض کر رہا تھا الحمدللہ، اللہ کا کرم ہے، اللہ کا احسان ہے اور مجھے اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ بڑی قربانیاں دے کر ہم لوگ جمہوریت لائے ہیں۔ ہمارے چند دوست ادھر بھی بیٹھے ہوئے ہیں جنہوں نے قربانیاں دی ہیں۔ زیادہ تر اس ہاؤس میں جو لوگ ہیں وہ بکاؤ مال ہیں، کبھی ایک پارٹی کے ساتھ کبھی دوسری پارٹی کے ساتھ، ان لوگوں نے ہر حالت میں، ہر حکومت سے فائدہ اٹھایا ہے۔ ہم وہ لوگ ہیں جنہوں نے قربانیاں دی ہیں، جنہوں نے ماریں کھائی ہیں، جنہوں نے جیلیں کاٹی ہیں، جنہوں نے لاہور قلعہ دیکھا ہے۔ ہمیں انشاء اللہ، اللہ تعالیٰ پر بھروسہ ہے کہ جمہوریت رہے گی اور غلطیاں جمہوریت میں ہوتی رہتی ہیں۔ جمہوریت کی عمر ہی کیا ہے۔ ہمارے ملک کی بدقسمتی یہ ہے، یہاں پر ایک بات میں ضرور کہتا جاؤں کہ جب آمر آتا ہے تو پانچ چھ سال، آٹھ سال تک کوئی اس سے سوال جواب کرنے والا نہیں ہوتا، سوائے ہم لوگوں کے جب رضا ربانی صاحب ادھر Leader of the

Opposition ہوتے تھے اور ہم کھڑے ہوتے تھے اور ہم ہی بکواس کرتے رہتے تھے۔ ان سے پوچھتے تھے کہ کیا ہو رہا ہے، چوری ہو رہی ہے، وہ کہتے تھے just see the growth of my economy, my stock exchange has gone to 17 thousand. The poor chap was not aware of it that it was all bogus. سٹاک ایکسچنج جو اٹھایا گیا تھا وہ صرف چند آدمیوں کو فائدہ دینے کے لیے اٹھایا گیا تھا۔

جناب والا! میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ہمارے صوبے میں، ہمارے ساتھ جو ظلم ہو رہا ہے، ہمارے ساتھ جو زیادتیاں ہو رہی ہیں، ہم اس کو کھلے سینے سے برداشت کر رہے ہیں۔ پختونخواہ میں ANP کی ٹارگٹ کلنگ ہو رہی ہے۔ پیپلز پارٹی ہماری coalition جماعت ہے لیکن پیپلز پارٹی کی نہیں ہو رہی، ANP کی ہو رہی ہے کیونکہ تخریب کار سمجھتے ہیں کہ ANP ہمارے راستے کی دیوار ہے۔ انشاء اللہ ہم دیوار بن کر ثابت کریں گے اور ہم اللہ کے فضل سے کبھی بھی surrender نہیں ہونگے۔ جناب والا! اب تو لیڈر آف دی ہاؤس بھی یہاں موجود نہیں ہیں۔ لیڈر آف دی ہاؤس پیچھے بیٹھے ہیں۔

جناب والا! کراچی میں جو دو پارٹیوں کی آپ نے ایک کمیٹی بنائی ہے۔ اس پر ہمیں بڑے سخت تحفظات ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ بہت زیادتی ہے۔ ANP has got a power in Karachi, I am saying a power. It is largest city of the Paktoon نہ قندھار ہے، نہ پشاور ہے، نہ جلال آباد ہے، نہ کوئٹہ ہے، پٹھانوں کا سب سے بڑا شہر کراچی ہے۔ اس میں آپ نے جو کمیٹی بنائی ہے اس میں اے این پی کی وہاں کی لیڈرشپ کو نہیں رکھا، یہ بہت زیادتی ہے اور اس زیادتی کا ازالہ کرنا چاہیے۔ نیئر صاحب ابھی بھی باتوں میں لگے ہوئے ہیں۔ میں آپ کی وساطت سے اس ہاؤس کو یہ بتانا چاہتا ہوں اور نیئر صاحب کو بھی بتانا چاہتا ہوں کیونکہ وزیر داخلہ صاحب جا چکے ہیں کہ خدارا یہ کام نہ کیجیئے کہیں خدا نخواستہ ہمیں کوئی اور step نہ اٹھانا پڑے۔ ANP کو آپ ignore نہیں کر سکتے، ANP کو ignore کرنا آپ کے لیے اچھا نہیں ہے۔ ملک کے لیے اچھا نہیں ہے۔ ANP ایک ایسی جماعت ہے جس نے ساری زندگی قربانیاں دی ہیں۔ جناب والا! ان الفاظ کے ساتھ میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ میں ایک بار پھر یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ انشاءاللہ جمہوریت کو کوئی خطرہ نہیں ہے۔

جناب چیئرمین: شکریہ! حسیب صاحب۔

سینیٹر عبدالحسیب خان: آپ کا بہت شکریہ ، آپ نے مجھے موقع دیا۔جناب ! میں دوسری دنیا میں 70 سال گزار کر آیا ہوں وہ بڑی حسین تھی۔یہاں میں نے گیارہ مہینے گزارے ہیں اور گیارہ مہینے میں ہم نے یہاں باتیں کی ہیں۔مسئلہ اتنا آسان ہے لیکن جس انداز میں گفتگو کی جاتی ہے لگتا ایسے ہے کہ جیسے یہ ملک بالکل ختم ہونے کے قریب آ گیا ہے اور ہر طرف law & order ہے۔ جناب چیئرمین ! تقاریر ہوتی ہیں لیکن حل کی طرف کسی نے توجہ نہیں کی بڑے جذباتی الفاظ میں تقاریر ہو رہی ہیں اور سوائے الزامات کے کوئی چیز حاصل نہیں ہوئی ہے کیونکہ گیارہ مہینے میں میرا تجربہ یہ ہے کہ ابھی تک ہم نے کوئی چیز حاصل نہیں کی۔

سر منبر وہ خوابوں کے محل تعمیر کرتے ہیں
علاج غم نہیں کرتے فقط تقریر کرتے ہیں۔

جناب چیئرمین!میں تقریر نہیں کرتا میں گفتگو کے انداز میں اپنا مدعا بیان کرتا ہوں۔ بات یہ ہے کہ law & order کے دو پہلو ہیں ایک خوشگوار پہلو ہے اور ایک بڑا خوفناک ہے۔خوشگوار پہلو یہ ہے کہ 99 % عوام یکجا ہیں، ایک دوسرے سے پیار کرتے ہیں کونسا شہر ایسا ہے جہاں پر پختون گھروں میں کام نہ کرتے ہوں، کونسا ایسا شہر ہے جہاں پر سندھ کے لوگ کام نہیں کرتے ہیں، پنجاب کے نہ کرتے ہوں کونسا ایسا کھیت ہے جہاں کامدار پنجاب کا نہ ہو۔ بات صرف اتنی ہی ہے کہ 99% لوگوں کے ساتھ جو ظلم کیا جا رہا ہے اور جو کر رہے ہیں وہ ایک فیصد ہیں جنہوں نے پاکستان بنتے ہی اس پر قبضہ کیا۔ 1948 Land reforms انڈیا میں آیا لیکن پاکستان میں نہیں آیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ پہلے دن سے ہی land reforms کی طرف آپ نے توجہ نہیں دی۔ میں آپ سے کہنا یہ چاہ رہا ہوں کہ ہمارے کراچی میں یا پورے ملک میں یہ دہشت گردی یہ law & order situation create کیوں ہوئی ہے۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ آپ نے غریب کو جو روٹی دینی تھی۔ غریب کو آپ نے تعلیم دینی تھی، غریب کو آپ نے صحت دینی تھی، وہ آپ نے نہیں دی اور سونے پر سہاگہ یہ ہے کہ پاکستان بننے کے بعد سے ہم نے جو سب سے بڑا پاکستان کے پورے عوام پر ظلم یہ کیا ہے کہ ہم نے تینوں صوبوں کو autonomy نہیں دی۔ہم نے تینوں صوبوں کو محروم رکھا ہے اور جب محرومیاں ہوتی ہیں تو محرومیاں رنگ لاتی ہیں اور وہی رنگ لے کر آئی ہیں۔میں آپ کو یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ ہمارے کونسے معزز ممبر بیٹھے ہیں جن کو یہ بات پتا نہیں ہے کہ اگر پاکستان کے استحکام کی بات کریں،

وفاق کی مضبوطی کی بات کریں۔ پاکستان سے باہر کی دنیا میں اپنی عزت ووقار کی بات کریں توآپ نے کرنا کیا ہے۔ Everybody knows کہ کرنا کیا ہے، کرنا یہ ہے کہ آپ نے محرومیاں دور کرنی ہیں۔ محرومیاں دور کرنے کا واحد طریقہ یہ ہے کہ آپ provincial autonomy دے دیجئے۔آج آپ دے دیں گے تو کل سے آپ کا ملک بہتر ہونا شروع ہو جائے گا۔

نمبر ۲۔ آپ نے تعلیم دینی ہے اور ساتھ ہی صحت کا انتظام کرنا ہے۔آپ نے غریب کو روٹی دینی ہے۔آپ یہ کام مت کیجئے، تقریریں کرتے رہیئے اس سے کچھ بھی حاصل نہیں ہوگا۔ جب تک آپ ان چاروں پر توجہ نہیں دیں گے۔ میرے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ کراچی کے اندر فرشتے نہیں بستے، پورے پاکستان میں بھی کہیں فرشتے نہیں بستے اور فرشتہ بننا کوئی اچھی بات نہیں ہے۔میں کم از کم فرشتہ نہیں بننا چاہتا کیونکہ فرشتہ مجھے سے inferior ہے۔فرشتہ کہنے سے میری تذلیل ہوتی ہے۔ میں مسجود ملائکہ ہوں مجھے انسان رہنے دو۔ جس دن پاکستان کا شہری، پاکستان کے فیوڈل نظام، پاکستان کے جاگیردار جس دن انسان بن گئے،جناب چیئرمین! آپ یقین جانیے پاکستان کے اندر عوام کی سطح پر کوئی problem نہیں ہے۔ میں جانتا ہوں کہ میں پورے ملک میں travel کرتا ہوں۔میں ایک ایک گاؤں اور دیہات میں گیا ہوں۔ پاکستان کا واحد آدمی انڈسٹری کے حوالے سے میں نے ایک ایک گاؤں دیکھا ہے، سندھ کا بھی دیکھا ہے، بلوچستان کا بھی دیکھا ہے، سرحد کا بھی دیکھا ہے اور میں یقین سے کہہ رہا ہوں کہ وہاں پر محبت کے جو رشتے ہیں۔جب سندھ جل رہا تھا، جب سندھی اور مہاجر ایک دوسرے کی جان لے رہے تھے۔ میں دادو گیا تھا، میں جیکب آباد گیا تھا اور یقین جانیے، میں آپ کے سامنے اقرار کررہا ہوں کہ لگتا تھا کہ وہ لوگ مجھے کھینچ رہے تھے، کوئی مجھے اپنے گھر لے جا کر چائے پلانا چاہتا تھا جب کہ میں مہاجر تھا توخدا کے واسطے یہ جو فیوڈل لوگ ہیں، یہ جو جاگیردار ذہنیت ہے۔اس کو اتار کر پھینک دیجئے۔ provincial autonomy دیجئے۔غریب کو روٹی دیجئے۔وہ آپ کی economy کو ٹھیک کردیں گے۔ آپ کی غلامی دور ہو جائے گی۔ اس کے علاوہ آپ چاہیں کہ بندوق کی گولی سے کر لیں۔ آپ چاہیں کہ تقریر کرلیں۔آپ چاہیں کہ وہاں جا کر مذاکرات کرلیں اور تین دن بعد پھر ختم ہو گئے، پھر مذاکرات کرلیے۔ یہ کھیل کھیلتے رہیئے اس طرح پاکستان کمزور ہوتا چلا جائے گا۔ اگر پاکستان کو مضبوط کرنا ہے اور وفاق کو مضبوط کرنا ہے تو خدا کے واسطے at the earliest provincial autonomy دے دیجئیے۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ حاجی لشکری صاحب۔

سینیٹر نوابزادہ میر حاجی لشکری رئیسانی: جناب چیئرمین! میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے مجھے موقع دیا۔ آج جس موضوع پر بحث ہو رہی ہے اور ہمارے معزز سینیٹر صاحبان تقاریر کر رہے ہیں، وہ کراچی اور دوسری places میں violence پر ہے، یعنی پاکستان میں مجموعی طور پر امن و امان کے مسئلے پر بحث ہو رہی ہے۔ یہاں ماشاء اللہ بڑے پڑھے لکھے، منجھے ہوئے سینیٹرز مختلف حوالوں سے اپنا نقطہ نظر پیش کر رہے ہیں۔ ہم سنتے ہیں، ہمیں بتایا جاتا ہے کہ ہم ایک پسماندہ صوبے سے تعلق رکھتے ہیں اور ہمیں اس ملک میں categorize جب کیا جاتا ہے، بتایا یہ جاتا ہے کہ ہم باقی صوبوں کے لوگوں سے کم جانتے ہیں۔ یقیناً کم جانتے ہوں گے اور میں اپنے محدود علم کے دائرے میں رہتے ہوئے کچھ باتیں کہوں گا۔

میں یہ سمجھتا ہوں کہ ہم سب کو اپنی اپنی ذمہ داریاں پوری کرنی ہوں گی۔ ملک میں مجموعی طور پر امن و امان کی وجہ سے کئی علاقوں میں فساد یا دہشتگردی کے واقعات کی نوعیت مختلف ہے۔ مثلاً اگر ہم پشاور جائیں، بعض اوقات یہ محسوس ہوتا ہے کہ جب کابل میں کوئی واقعہ پیش آتا ہے، تو اس کی retaliation مجھے پشاور میں محسوس ہوتی ہے۔ شاید میں غلط ہوں۔ پشاور میں ایک بہت بڑا واقعہ ہوتا ہے اور پشاور میں ایسی جگہ پر ہوتا ہے، جہاں عورتیں، بچے اور ایسے لوگ ہوتے ہیں جن کا بین الاقوامی سطح پر امن و امان کے مسئلے سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ اسی طرح ہم فاٹا میں بھی سنتے ہیں کہ پاکستان کے جھنڈے اتارے جاتے ہیں۔ اسی طرح سوات میں بھی ہے۔ کبھی لاہور کے پولیس سٹیشن پر ہوتا ہے اور کبھی کراچی میں target killing کی ایک لہر اٹھتی ہے اور ہمارے انتہائی معزز اور دانا وزیر داخلہ وہاں پر جا کر معاملات کو فوراً ٹھیک کرتے ہیں۔ ان کے اس عمل سے میں بہت متاثر ہوتا ہوں۔ کوئٹہ میں بھی ہم سنتے اور دیکھتے ہیں کہ وہاں شیعہ سنی مسئلے پر بھی معاملات ہوتے ہیں۔ وہاں قبائلی issues کو بھی انٹیلی جنس ایجنسیاں ہوا دیتی ہیں اور کہیں نہ کہیں فریق ہوتی ہیں اور اسی طریقے سے کسی ایک تنظیم کے حوالے سے target killing کا بھی ہم سنتے ہیں۔

یقیناً سارے ملک میں حالات ٹھیک نہیں ہیں۔ یہاں ہمارے right benches پر بیٹھے ہوئے معزز اراکین نے اپنی بحث، اپنی تقاریر میں ہماری گورنمنٹ پر تنقید کی اور انہوں نے اتنی زیادہ تنقید کی اور مختلف حوالوں سے اپنا نقطہ نظر بیان کیا، مگر میں جانتا ہوں کہ ملک میں حالات اس وقت سے

خراب ہیں کہ جب ملک پر ایک جرنیل کو 1977ء میں مسلط کیا گیا اور 1977ء میں ایک سازش کے تحت جمہوری حکومت کو ختم کرنے کے بعد سامراجی اور اقتصادی غارت گر کی سرپرستی میں دس سال اس حکومت کو چلایا گیا اور دس سال میں پورے ملک کو بارود کا ڈھیر بنا دیا گیا۔ یہاں مختلف شکلوں میں جہادی تنظیموں کی سرپرستی کی گئی اور ان کو finance کیا گیا۔ ان تنظیموں کو مسلح ہو کر ملک کے ایک کونے سے لے کر دوسرے کونے تک گھومنے پھرنے کی کھلی چھٹی تھی۔ پولیس کا کام صرف یہ ہوتا ہے کہ criminals پر check رکھیں، ان پر نظر رکھیں اور شریف لوگوں کا دفاع کریں۔ سوسائٹی کو امن و امان کے حوالے سے آگے بڑھائیں۔ 77ء کی آمریت کے دور میں ہی پولیس کو political parties اور political personalities کی victimization کے لیے استعمال کیا گیا۔ پولیس کا اپنا اصل ہدف اور ٹارگٹ یہ ہوا کرتا ہے کہ criminals کو روکے، ان کو check کرے، ان کے خلاف کارروائی کرے۔ پولیس نے criminals کے ساتھ ایک معاہدہ کیا اور لگتا یہ ہے کہ اس وقت کی ریاست کی سرپرستی میں پولیس کا صرف یہ کام رکھا گیا کہ political victimization کرے اور political parties کے خلاف وہ اپنی ریاستی طاقت کو استعمال کرے۔ یہ روایت اس وقت قائم کی گئی اور آج بھی یہی روایت ہے۔ میں یہ دیکھتا ہوں کہ جب بھی کوئی نئی حکومت آتی ہے، پہلا کام یہ ہوتا ہے کہ تھانیدار کو کس طرح اپنے مخالفین کے خلاف استعمال کیا جائے۔ ڈی ایس پی کو کس طرح اور پولیس کو کس طرح استعمال کیا جائے۔ پولیس بھول چکی ہے کہ criminals بھی اس سوسائٹی میں بستے ہیں جبکہ پولیس کا زیادہ تر یہ کام ہوتا ہے کہ political victimization کریں اور آج تک وہ ریت چلتی آرہی ہے کہ پولیس ریاست کی طاقت کو شریف لوگوں کے خلاف استعمال کرتی ہے۔ اس لیے یہاں امن و امان کے مسئلے میں دہشت گردی سے زیادہ criminals کا ہاتھ ہے اور criminals پولیس کے ساتھ مل کر سوسائٹی میں امن و امان کا مسئلہ پیدا کر رہے ہیں۔

ہم سنتے تھے کہ انگریز سامراج کے دور میں تھانوں میں دس نمبریوں کی ایک لسٹ ہوا کرتی تھی اور تھانیدار دس نمبریوں کو بلا کر تنبیہ کیا کرتا تھا اور ان کے خلاف کارروائی کرتا تھا، مگر بدقسمتی سے 47ء کے بعد جب ہمیں انگریز سامراج سے socalled آزادی ملی تو یہ آزادی اس طرح کی ہوئی کہ دس نمبری تو تھانے والوں کے ساتھ مل گئے اور آج تھانوں میں شریفوں اور کاروباریوں کی لسٹ رکھی ہوئی ہے اور ان کی victimization کی جاتی ہے۔

(اس موقع پر ڈیسک بجائے گئے)

اس لیے اس سوسائٹی میں امن و امان کا مسئلہ زیادہ ہو چکا ہے۔ پولیس امن و امان کے مسئلے پر توجہ کم دیتی ہے اور علاقے کے منتخب نمائندے کی، چاہے وہ کسی بھی سیاسی جماعت کا ہو، چمچہ گیری اور چاپلوسی میں اس علاقے کا تھانیدار زیادہ لگا رہتا ہے تاکہ وہ تھانے میں بیٹھ کر اپنی تجارت اور کاروبار کو آگے بڑھا سکے۔

جناب چیئرمین! یہاں ہمارے ساتھیوں نے ہماری حکومت پر بھی الزامات لگائے ہیں۔ جب سے ہم نے ہوش سنبھالا ہے، کم از کم میں نے جب سے ہوش سنبھالا ہے، 88-1977ء تک، دس سال تک، کچھ لوگ انہی بینچوں پر بیٹھے رہے اور وہ ہم پر الزام لگاتے ہیں۔ آج ہماری حکومت کو تو کم و بیش ساڑھے تین سال کا عرصہ ہوا ہے۔ مشرف کے دس سال میں بھی کچھ لوگ انہی بینچوں پر بیٹھے رہے اور وہ ہم پر الزام لگاتے ہیں۔ یہ الزام تراشیاں غلط ہیں۔ جتنی ذمے داری حکومت میں بیٹھے ہوئے اراکین کی ہے، اتنی ہی ذمے داری اپوزیشن بینچوں کی بھی بنتی ہے۔ اس سوسائٹی کو افراتفری سے بچانے کے لیے اس سوسائٹی میں بسنے والے تمام طبقات کا حق بنتا ہے کہ اپنے بچوں کے مستقبل اور اس ملک کی سالمیت کے لیے کام کریں، نہ کہ اپنے اپنے اداروں کے لیے۔

آپ دیکھیں اس افراتفری کے عالم میں electronic media کا ایک ادارہ، ایک ٹی وی چینل یہ کہنے کی کوشش کر رہا ہے کہ پاکستان میں کوئی ادارہ ہی نہیں رہا ہے۔ وہ اس افراتفری میں اضافہ کرنے کے لیے دن رات کوشش کر رہا ہے۔ میڈیا چینل کی بھی اتنی ذمے داری ہے جتنی رحمٰن ملک صاحب کی ذمے داری ہے۔ میڈیا چینل کی بھی اتنی ہی ذمے داری ہے جتنی صدر آصف علی زرداری کی ذمے داری ہے کیونکہ اس سوسائٹی میں رہنے والے ہر شخص کی اپنی اپنی ذمے داری ہے۔ سب اپنی اپنی ذمے داریاں پوری کریں۔ پریس کی آزادی کے نام پر ایک چینل اپنی ریاست بنانے کی کوشش کر رہا ہے۔ اس کا بھی اتنا ہی جرم ہے جتنا ایک دہشت گرد کا جرم ہے جو اس سوسائٹی کو تہ و بالا کرنے کے لیے اپنی طاقت استعمال کرتا ہے۔ یہاں ایسا محسوس ہو رہا ہے کہ ایک چینل یہ کوشش کر رہا ہے کہ عدلیہ اور اداروں کے درمیان، پارلیمنٹ اور باقی اداروں کے درمیان ٹکراؤ ہو اور ٹکراؤ کے نتیجے میں ایک ہی ادارہ رہ جائے اور وہ میڈیا چینل ہو۔

جناب چیئرمین! سب کو اپنی اپنی ذمے داریاں پوری کرنا ہوں گی۔ الزام تراشیوں سے کچھ نہیں ہو گا۔ آج ہم فیصلہ کریں کہ ہم نے اس ملک کو کس طرح آگے لے جانا ہے۔ اس کے لیے ہمیں benchmarks طے کرنا ہونگے۔ ہمیں اصول طے کرنے ہوں گے۔ ہمیں نئی روایات کی بنیاد رکھنی ہو گی۔ میں یہ بھی کہنا چاہتا ہوں کہ کوئی بھی ہو، اپوزیشن ہو یا حزب اقتدار ہو، یہ روایت بن گئی ہے کہ

سفارشوں کی بنیاد پر تقرریاں کی جاتی ہیں۔ سفارش کی بنیاد پر postings ہوتی ہیں۔ ہم سب ایک بات طے کریں کہ آج کے بعد اہلیت کی بنیاد پر posting/transfers ہوں گی تو ہم اپنے ملک کے پچاس فیصد مسائل حل کر لیں گے۔ ہم نے یہ بات طے کرنی ہے کہ کسی تھانیدار، ڈی ایس پی یا ایس پی کو اس لیے posting نہیں دلانی کہ وہ میری opposition میں بیٹھے ہوئے لوگوں کی victimization کرے بلکہ وہ چوروں، ڈکیتوں، دہشت گردوں کے خلاف کارروائی کرے۔ یہ ہمیں طے کرنا ہوگا تب ہی ہم سمجھتے ہیں کہ ہم ایک قدم آگے بڑھ سکیں گے۔ یقیناً یہاں کرپشن اتنی زیادہ ہے، جس کو بھی موقع ملتا ہے وہ کرپشن کرتا ہے۔ غربت کی وجہ سے لوگوں نے دہشت گردوں کے دروازے کھٹکھٹانے شروع کر دیے ہیں۔ پوری society کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اس بات کو طے کرے۔

یہاں ایک بات بار بار کہی جاتی ہے اور کوشش یہ کی جا رہی ہے کہ عدلیہ سے ٹکراؤ ہو۔ خدا کے واسطے، آپ اقتدار حاصل کرنے کے لیے ملک کو داؤ پر نہ لگائیں۔ ملک بچے گا تب ہی کل کو آپ اقتدار میں آسکیں گے۔ آپ عوام پر اعتماد کریں، آج جس حکومت کو عوام نے mandate دیا ہے، اس کو کام کرنے دیں، وہ غلطیاں کریں یا صحیح حکومت چلائیں، کل کو پاکستان کے عوام ان کا احتساب کریں گے۔ آپ عوام پر چھوڑیں کہ وہ آپ کو اقتدار میں لائیں۔ عدلیہ کے سائے میں اقتدار میں آنے کی کوشش میں ملک داؤ پر لگ سکتا ہے اور پھر آپ الزام تراشیاں کرتے ہیں۔ یہاں کسی نے کہا کہ جمہوریت کو فلاں شخص سے خطرہ ہے، میں یہ کہتا ہوں کہ جب آپ نے الیکشن کا boycott کیا تو اسی شخص نے جس کو آپ جمہوریت کے لیے خطرہ کہتے ہیں، آپ کو کہا کہ آپ الیکشن لڑیں اور آپ نے ان کے کہنے پر الیکشن لڑا۔

(ڈیسک بجائے گئے)

سینیٹر نوابزادہ میر حاجی لشکری رئیسانی: اسی شخص کی قربانیوں کی بدولت آج جمہوریت بحال ہوئی ہے۔ یہاں کہا جاتا ہے کہ دہشت گردی ہے۔ کیا پاکستان پیپلز پارٹی کی قیادت نے دہشت گردی کا سامنا نہیں کیا؟ کیا ہماری قیادت دہشت گردی کے واقعے میں شہید نہیں ہوئی؟ کیا اٹھارہ اکتوبر 2007 کو ایک دھماکے میں پاکستان پیپلز پارٹی کے 170 کارکن نہیں مارے گئے؟ ہم نے سب سے زیادہ دہشت گردوں کا مقابلہ کیا ہے، ساتھ ساتھ ANP نے بھی مقابلہ کیا۔ جبکہ ہم پر الزام لگایا جاتا

ہے کہ ہم جمہوریت کے لیے خطرہ ہیں، آپ تو آمریت کے ساتھ مصالحت کر کے ملک چھوڑ کر چلے گئے تھے۔ آج پاکستان پیپلز پارٹی کو یہ کہتے ہیں۔

(ڈیسک بجائے گئے)

سینیٹر نوابزادہ میر حاجی لشکری رئیسانی: خدا کے واسطے! آپ اس ملک کو آگے بڑھنے دیں، اس ملک کو آگے بڑھنے دیں گے، جمہوریت کو موقع دیں گے اور ٹکراؤ کی حالت پیدا نہ کریں گے تو اس ملک کے بڑے مسائل حل ہوں گے۔ مہنگائی ہے، آپ ہماری رہنمائی کریں، یہاں دہشت گردی ہے، دہشت گرد اندر سے بھی ہیں اور عالمی اقتصادی غارت گر بھی دہشت گرد ہیں، وہ اس ملک کو مفلوج کرنے کے بعد آپ کی ایٹمی صلاحیت آپ سے چھینیں گے۔ آپ دور اندیش بنیں، آپ سیاسی لوگ ہیں، سیاسی فیصلے کرنے کے لیے، اس ملک کے وسیع تر مفاد کو اپنی نظروں کے سامنے رکھیں جس کی وجہ سے کل عوام آپ کو ان بینچوں پر لائیں گے۔ کل ہمارا احتساب ہو گا، احتساب ہونے دیں۔ ہمیں کام کرنے دیں، پانچ سال کا موقع عوام نے دیا ہے۔

یہاں بعض اوقات میں سنتا ہوں کہ فلاں چینل والے پوچھتے ہیں کہ کیا یہ حکومت اتنا چلے گی؟ دنیا میں کہاں ایسا سوال ہوتا ہے؟ میں نے دنیا میں کہیں ایسا سوال ہوتے نہیں دیکھا۔ کیا امریکا، برطانیہ کسی بھی جمہوری ملک میں ایسا سوال ہوتا ہے؟ یہ سوال عوام کے mandate کی توہین ہے۔ عوام نے اس پارلیمنٹ کو پانچ سال تک کا موقع دیا ہے اور یہ سوال آئندہ نہیں ہونا چاہیے۔ پانچ سال تک یہ سوال نہیں ہونا چاہیے کیونکہ پانچ سال اس حکومت اور پارلیمنٹ کو چلنا چاہیے، اس کے بعد احتساب ہو۔ ہم آپ کے ساتھ مل کر آگے چلنے اور اس ملک کے مسائل حل کرنے کے لیے کھڑے ہیں مگر سازشیں اور اقتدار کی ہوس لوگوں کو نہیں چھوڑتی۔

جناب چیئرمین! اس ملک میں آج جو سنجیدہ مسائل ہیں، جتنی حکومت کے benches کی ذمہ داری ہے، اتنی ہی Opposition کی بھی ہے۔ عوام دونوں کا احتساب کرنے کے لیے ان پر نظر رکھے ہوئے ہیں۔ اگر حکومت کا احتساب ہوتا ہے تو یقیناً حزب اختلاف میں بیٹھے ہوئے لوگوں پر بھی عوام کی نظر ہے۔ عوام بھی سمجھتے ہیں کہ ان کے مسائل حل کرنے میں حزب اختلاف والے کتنی مدد اور تعاون کرتے ہیں۔ ان پر بھی نظر ہے، ان کا بھی احتساب ہو گا۔ نمبر بنانے کی کوشش میں ملک کو مزید افراتفری کی طرف لے جایا جا رہا ہے۔ اگر جمہوریت کو کوئی نقصان پہنچا، پہلے تو یہ کہ پاکستان پیپلز پارٹی

اور بڑی political parties نے جدوجہد کر کے، جان کی بازی لگا کر آج جمہوریت حاصل کی ہے۔ ہم خدانخواستہ اس کو نقصان نہیں پہنچائیں گے۔ الفاظ کے ہیر پھر سے نقصان نہیں پہنچے گا مگر بات یہ ہے کہ اگر اس ملک اور جمہوریت کو نقصان پہنچا تو پھر عوام سب کا احتساب کریں گے، تاریخ دان سب کو مجرم لکھے گا۔ بہت شکریہ۔

جناب چیئرمین: مسز فوزیہ فخرالزمان۔

سینیٹر فوزیہ فخرالزمان: Thank you sir. بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

اے خاصہ خاصانِ رُسل وقتِ دعا ہے
امت پہ تیری آکے عجب وقت پڑا ہے

کسی بھی حکومت کو judge کرنے کے لیے بیس مہینے کافی ہوتے ہیں کہ کیسا نظام چل رہا ہے۔ ہمیں تو فوجی حکومت کے اتنے طعنے ملے تھے کہ ہم بےچارے چپ کر کے friendly opposition بن کر بیٹھے رہے اور اب حالات اس طرف جا رہے ہیں کہ لوگ ہمیں طعنے دے رہے ہیں کہ تم لوگ کیوں نہیں بولتے۔ وطن عزیز تباہ ہو گیا industry, agriculture تباہ ہو گئے۔ بجلی نہ ہونے کی وجہ سے اتنا نقصان ہو رہا ہے، تعلیم تباہ ہو گئی۔ ڈاکٹر کے پاس جائیں تو مشینیں بند ہیں، درزی کے پاس جائیں تو وہ کپڑے نہیں لیتا کہ جی اندھیرے میں کیسے سی دوں۔ سب حیران ہیں کہ اب کیوں نہیں بولتے؟ آپ یہ نہ سمجھیئے گا کہ خدا نخواستہ میں جمہوریت کے خلاف بول رہی ہوں۔ ہم لوگ چاہتے ہیں کہ یہی جمہوریت رہے لیکن مضبوط ہو اور اپنے غلطیوں پر کسی طرح قابو پالے۔ مجھے تو لگتا ہے کہ غربت کا ویسے ہی خاتمہ ہو جانا ہے کیونکہ کچھ تو بھوک، بے روزگاری اور افلاس سے اور باقی دھماکوں اور target killing سے ختم ہو جائیں گے۔ یہ سب کچھ بےچارے غریبوں کے ساتھ ہی ہو رہا ہے، امیر ایک بھی مر جاتا ہے تو کب تک اخبارات اس کے افسوس سے بھرے رہتے ہیں، غریب کو تو کوئی پوچھتا ہی نہیں۔ NWFP کے حالات تو سب ہی جانتے ہیں، خدا ہماری فوج کو اپنی پناہ میں رکھے، ہم اس کے لیے دن رات دعائیں کرتے ہیں۔ اس نے اپنی طرف سے طالبان کو بھگا تو لیا ہے، اس میں طالبان، تخریب کار یا جو کوئی دوسرا بھی ہو لیکن اندر ہی اندر وہ بہت منظم ہو رہے ہیں اور لوگ جو border پر رہتے ہیں، خوفزدہ ہیں کہ جب فوج واپس چلی جائے گی تو ہمارا کیا بنے گا۔ اسی طرح بلوچستان گھٹن کا شکار ہے۔ وقتی طور پر لگتا ہے کہ ان کی شکایات دب گئی ہیں لیکن وہ بھی بہت غصے میں ہیں اور آج کل چونکہ کراچی میں ایسے حالات بن

گئے ہیں تو سارے صوبے چپ کر کے کراچی کو دیکھنے لگ گئے ہیں۔ تین پارٹیاں دعوے کرتی ہیں کہ ہم لوگ اس کے اسی فیصد اور اتنے فیصد پر قابض ہیں تو کیا ان سے حالات سنبھالے نہیں جا رہے؟ Target killing ہوتی ہے تو ایک دوسرے کو blame کرتے ہیں اور پھر راتوں رات ان میں کچھ نہ کچھ طے پا جاتا ہے۔ اللہ جانے پیسہ چلتا ہے کہ کرسیاں بچانے کے لیے یہ سب کچھ کر لیتے ہیں لیکن کراچی میں جنات تو نہیں اتر آئے، کسی کو نظر نہیں آتا کہ کون مار رہا ہے۔ عاشورہ اور چالیسویں پر bomb blasts ہوتے ہیں تو کیا کسی کو پتا نہیں چلتا کہ یہ کون کر رہا ہے؟ یا پھر target killing کا کسی کو پتا نہیں چلتا؟ میں تو نہیں مانتی، سب راتوں رات مک مکا ہو جاتا ہے، سب کو پتا ہوتا ہے کہ کون کر رہا ہے۔ اب صوبائی حکومت نے کراچی کو رینجرز کے حوالے کر دیا ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ انہوں نے شکست کا اعتراف کر لیا اور اگر یہ رینجرز کے بس میں نہ رہا تو پھر وہ آرمی کو بلائیں گے اور پھر دوبارہ وہی chain چل جائے گی کیونکہ جب بھی جمہوریت ناکام ہوتی ہے تو پھر آرمی آتی ہے اور آ کر جانے کا نام نہیں لیتی۔ ہم لوگ یہ بات اس لیے کر رہے ہیں کہ خدا کے لیے آپ خود کو مضبوط کر لیں، ہم بار بار حکومت بدلنے کے متحمل نہیں ہو سکتے۔ پاکستان economically اتنا گر چکا کہ وہ ڈالر جو پوری دنیا میں پٹا پڑا ہے، پاکستان میں -/60 روپے سے -/87 روپے تک پہنچ گیا ہے۔ اس لیے ہم بار بار الیکشن بھی نہیں کروا سکتے اور یہی چاہتے ہیں کہ یہ جمہوریت قائم رہے لیکن ذرا سیدھی راہ پر چلنے لگے۔ پہلے Swiss banks بھرے ہوئے تھے، اب UK کے Banks بھرے ہوئے ہیں۔ اور تو اور پہلے Politicians ہی بدنام تھے اب تو Bureaucrats بھی اسی line پر چل رہے ہیں۔ جب ایک بندے کو سزا نہیں ملے گی تو پھر اوروں کو حرام کھانے میں کیا تکلیف ہے؟ پھر سب کو حرام بھی حلال دکھائی دینے لگتا ہے۔ اب تو اندھیر نگری اور چوپٹ راج ہے۔ ہم بچپن میں اپنی دادی سے کہانیاں سنا کرتے تھے، آج کل تو کہانیوں کا فیشن ہی ختم ہو گیا ہے لیکن وہ ہمیں یہ بات بتاتی تھیں کہ جب کسی سے حکومت نہ سنبھلے اور سب الٹ پلٹ ہو جائے تو اس کو اندھیر نگری اور چوپٹ راج کہتے ہیں۔ ہمیں اب اپنی دادی کی کہانیاں سمجھ آ رہی ہیں۔ اب حالات ایسے ہو گئے ہیں کہ تخریب کار دندناتے پھر رہے ہیں اور شرفا منہ چھپاتے پھر رہے ہیں۔ ایسا تو ہم نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا۔ وقت ہاتھ سے نکلتا جا رہا ہے، خدا کے لیے، اب بھی اگر آپ مضبوط ہو کر سنبھل جائیں تو بڑی مہربانی ہو گی۔ میں یہی کہنا چاہ رہی ہوں، بہت شکریہ۔

جناب چیئرمین: عباس خان صاحب! میرے خیال میں یہ آخری speaker کر لیں۔ سیکریٹری صاحب! points of order کتنے ہیں، ایک ہے یا دو ہیں، اچھا ذرا points of order لکھوا دیں تا کہ پتا چل جائے۔ حافظ رشید صاحب! آپ کا point of order ہے، بتا دیں کہ what is the subject? جی عباس صاحب۔

سینیٹر عباس خان: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ بہت شکریہ جناب چیئرمین صاحب کہ آپ نے مجھے بولنے کا موقع دیا۔ اس وقت ملک میں واحد، سب سے اہم اور ضروری issue یہی ہے، جس پر آج ہم یہ debate کر رہے ہیں، ہم نے پہلے بھی اس پر بہت سی تقریریں کیں، کوشش کی، ہر ایک نے اپنی سوچ اور فکر بیان کی لیکن یہ کوشش نہیں کی جا رہی کہ ہم اس کو حل کیسے کریں گے، یہ کیوں ہو رہا ہے اور یہ کس وجہ سے ہو رہا ہے؟ ہم اس کی وجہ دیکھتے ہیں کہ جو کچھ FATA میں ہو رہا ہے، NWFP میں قتل و غارت ہو رہی ہے یا جو کچھ کراچی میں ہو رہا ہے اور جو بلوچستان میں ہو رہا ہے۔ شکر ہے کہ ایک صوبے میں نہیں ہو رہا جسے پنجاب کہا جاتا ہے۔ ہم نے یہاں پر 11 مہینے گزارے، ہم نے اس ملک کو دیکھا، اس system کو دیکھا، لوگ کہتے تھے، ہمیں سمجھ نہیں آتی تھی، ہم نے جب یہ وقت گزارا اور دیکھا کہ اس کی وجہ کیا ہے، یہ مسئلہ کیوں ہے کہ جب انسانیت کا خون کیا جاتا ہے، ایک انسان کو قتل کیا جاتا ہے، اس انسان کو جو ہمارا بھائی یا باپ ہے، اس کو قتل کیا جاتا ہے اور کسی کو افسوس نہیں ہوتا کہ میں نے قتل کیا ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ پٹھان نے کیا، کوئی کہتا ہے مہاجر نے کیا، کوئی کہتا ہے کہ سندھی نے کیا۔ آخر کیوں؟ انسان کو قتل کرنا کوئی معمولی بات ہے؟ نہیں! یہ بہت بڑی بات ہے، ہمارا احساس ختم ہو گیا ہے اور ان کو کیوں قتل کیا جاتا ہے؟ کیوں کہ جو میرے ذہن میں یہ آئی کہ جب Questions Hour میں ایک سوال آتا ہے، ہم جب اس کو دیکھتے ہیں، ہم اس Questions Hour کو study کرتے ہیں تو ہمیں اسی میں اس کا جواب ملتا ہے کہ یہ کیوں ہو رہا ہے؟ ان questions میں لکھا ہوتا ہے کہ ہم نے باقی صوبوں کے ساتھ، FATA کے ساتھ 60 سالوں سے محرومیاں رکھیں، ناانصافیاں رکھیں۔ آج لوگ اگر کراچی جاتے ہیں تو وہ روزگار کے لیے جاتے ہیں، اگر وہاں پٹھان جاتے ہیں تو مزدوری کے لیے جاتے ہیں، وہاں مہاجر بھی مزدوری کرتے ہیں، سندھی بھی مزدوری کرتے ہیں، وہ کیوں کرتے ہیں؟ کیونکہ ایک مخصوص طبقہ جو پنجاب میں ہے جب سے پاکستان بنا، اس نے اس ملک کو ایک ایسا system دیا، جس سے وہ ہر چیز پر قابض رہا۔ اس نے باقی صوبوں کو، Tribal Area کو محروم رکھا۔ جب ہم

Questions Hour میں دیکھتے ہیں ، آج ہمیں اخبار، media اور ہر جگہ FATA نظر آتا ہے لیکن Questions Hour میں نظر آتا ہے کہ bureaucracy کو یہ پتا بھی نہیں ہے کہ یہ پاکستان کا ایک حصہ ہے اور اسی وجہ سے اس انسانیت کا خون ہو رہا ہے۔ کراچی میں جو لوگ مر رہے ہیں، وہ مزدوری کے لیے جاتے ہیں، وہ مزدوری کی لڑائی میں ایک دوسرے کو مار رہے ہیں۔ کہ ایک کہتا ہے کہ میرا حق گیا اور دوسرا کہتا ہے کہ میرا حق گیا، اس حق کا system کس نے تقسیم کیا، اس حق کو کس نے اتنی بے دردی سے ایک طرف تقسیم کر کے باقی جگہوں کو نظر انداز کر دیا جس کی وجہ سے ہم آپس میں لڑ رہے ہیں؟ ہم یہ سمجھ رہے ہیں کہ میرا حق یہ لے رہا ہے، میرا حق وہ لے رہا ہے۔ اس وقت پنجاب کا یہ جو system ہے اور جو ایک bureaucracy بیٹھی ہوئی ہے جس نے یہ system بنایا ہے، اگر ہم اس کو صحیح کرتے، ہم برابری کا سلوک کرتے تو آج یہ خون خرابہ نہ ہوتا، ہم اتفاق سے بیٹھے ہوتے، ہم پیار و محبت سے بیٹھے ہوتے، ایک دوسرے کو بھائی سمجھتے لیکن ہم آج ایک دوسرے سے نفرت کرتے ہیں۔ جب انسانیت کا خون ہو جاتا ہے تو اللہ پاک کو بھی قہر آتا ہے کہ میرے بندے کو اس نے قتل کیا لیکن ہم آج ادھر تقریریں کرتے ہیں، بیٹھ کر چلے جاتے ہیں، ہم اس مسئلے کو حل نہیں کرتے، اس مسئلے کا حل تو بہت آسان ہے۔

ہم کہتے ہیں کہ فلاں کمیٹی بنا دو، فلاں چیز بنا دو، یہ کر دو، اگر ایمانداری سے اس قوم سے سب مخلص ہیں تو میں نے پہلے بھی اپنی تقریر میں کہا تھا کہ یہ Senate کا House ہے جس میں سارے صوبوں کی نمائندگی برابر ہے، FATA کی نمائندگی پوری ہے تو اس کو کیوں پورے اختیارات نہیں دیے جاتے۔ آج کراچی کا مسئلہ ہوتا تو ادھر حل ہو جاتا لیکن نہیں، کیونکہ ہم نے سیاست کرنی ہے، کسی نے وزیر اعظم بننا ہے، کسی نے Minister بننا ہے اور ہم نے تقسیم کو اس طرح رکھنا ہے کہ ہمیں chance ملے، ہمیں موقع ملے، کبھی کسی کو ملا ہے اور کبھی کسی کو ملے۔ ہم نے جب سے ہوش سنبھالا ہے جب سے اچھے برے کی تمیز آئی ہے تو ہم نے مخصوص چہروں کو اقتدار میں دیکھا ہے، کبھی اس side پر بیٹھے ہیں تو کبھی اس side پر بیٹھے ہیں۔ کیوں؟ وہ اسی لیے ہے کہ وہ اس system سے مخلص نہیں ہیں، اس قوم کے ساتھ کوئی مخلص نہیں ہے، اگر اس قوم کے ساتھ کوئی مخلص ہو گا تو وہ اس House کو ایک power دے گا کہ برابری کا فیصلہ ہو اور سب برابر ہوں، پنجاب سے ہوں، سندھ سے ہوں، FATA سے ہوں، پوری نمائندگی ہو، ہمیں دوسرے خرچے کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ ہم جب تک اس system کو تبدیل نہیں کریں گے اور system یہ ہے کہ ہم جب تک سب کو برابر نہیں

سمجھیں گے، ہم جب تک ہر ایک کا حق نہیں مانیں گے تو اس وقت تک یہی محرومیاں، قتل و غارت ہوتی رہے گی۔

ہم افسوس سے کہتے ہیں، ہر بار کہتے ہیں کہ ہم جب دیکھتے ہیں کہ 200, 100, 40 لوگ نوکر ہوتے ہیں تو ایک آدمی صوبہ سرحد کا نوکریوں کی list میں نہیں ہوتا، دو آدمی سندھ کے ہوتے ہیں، ایک آدمی بلوچستان کا ہوتا ہے اور FATA کا تو نام ہی نہیں ہوتا، FATA کا نام اب media بھی جان گیا ہے کہ پاکستان میں ایک علاقہ ہے جس کو terrorist کہا جاتا ہے۔ کون سے terrorists? ہمارے بھائی جن کے پاس روٹی نہیں ہے، کپڑا نہیں ہے، مکان نہیں ہے، پینے کا پانی نہیں ہے، گیس نہیں ہے، بجلی نہیں ہے، آخر وہ کدھر جائیں، وہ کیا کریں؟ یہ اس لیے ہے کہ ہم آج ادھر بیٹھ کر یہ کہہ دیتے ہیں کہ فلاں issue ہے، اس وقت issue ایک ہی ہے، وہ law and order کا issue ہے، اس کو پہلے حل کرو پھر آپ اپنی دوسری باتیں کرو کہ پاکستان تباہ ہو گیا ہے، پاکستان کو کچھ نہیں ہوتا، پاکستان مضبوط ہے، پاکستان کی ایک باغیرت قوم ہے، پاکستان کو ساری دنیا جانتی ہے کہ یہ کس طرح کی قوم ہے۔ افسوس یہ ہے کہ کچھ لوگ اپنا یہ قبضہ چھوڑیں، اس ملک کا کچھ سوچیں۔ آج ایک issue بنا ہے، ہم کہتے ہیں کہ جمہوریت کو خطرہ ہے، آخر ہم کب تک آپس میں اس جمہوریت کے لیے لڑیں گے کہ میں کرسی پر بیٹھوں، آپ ہٹیں اور میں بیٹھوں، اگر آپ واقعی حقیقت میں مخلص ہیں تو آئینی کمیٹی میں سب members بیٹھے ہوئے ہیں، ساری پارٹیوں کے بیٹھے ہوئے ہیں، آپ نے اس قوم کو اخلاص دکھانا ہے۔ ادھر بولیں کہ Senate کو اختیارات دیں تاکہ ہماری یہ جو تقسیم ہے اور ناانصافیاں ہیں، یہ ختم ہو جائیں اور ہم برابری کی سطح پر بیٹھیں اور ایک دوسرے کے حقوق مانیں۔ نہیں اس طرح کبھی بھی نہیں ہوگا، اس لیے نہیں ہوگا کہ ہم میں سے کسی نے وزیر اعظم، کسی نے Minister بننا ہے اور کبھی ادھر بیٹھنا ہے تو کبھی ادھر بیٹھنا ہے، ہم نے قوم کی سوچ اور فکر نہیں کرنی۔ خالی media کے channels پر score numbers کرنے ہیں، اس قوم کی تباہی کی وجہ اور کوئی نہیں ہے، اس کی وجہ ہم خود ہیں کہ ہم قوم کے بارے میں سوچتے نہیں ہیں۔ ہمیں اس system کو بدلنے کا ایک موقع ملا ہے، جمہوریت آئی ہے، بہت مشکل سے dictatorship گئی ہے، ہم مل بیٹھیں، آئینی کمیٹی چل رہی ہے، ادھر stand لینا چاہیئے کہ ہمیں ایک system ملنا چاہیئے تاکہ اس ملک کو ترقی کی راہ پر گامزن کریں۔ یہ ایک موقع ملا ہوا ہے، اس موقع کو ضائع نہیں کرنا چاہیئے۔ انسانیت کا خون ہوتا ہے، اگر آج FATA میں یہ حالات ہیں، آج پختونخواہ کے علاقے میں کیا چاہیئے، ہمیں کچھ نہیں چاہیئے، ہمیں لوگ کہتے

ہیں کہ ہمارے پاس گیس نہیں ہے، کپڑا نہیں ہے، load shedding ہے، فلاں ہے، فلاں ہے، ہمیں زندگی چاہیے، ہم زندہ نہیں رہ سکتے، ہمارے ہاں لوگ زندگی کے لیے ترس رہے ہیں۔ ادھر لوگ آ جاتے ہیں کہ یہ issue ہے، وہ issue ہے، آپ پہلے ہم سے امن کا وعدہ کریں پھر باقی issues پر بات کریں۔ جب امن آئے گا تو باقی issues خود حل ہو جائیں گے۔ جب ہم آپس میں اتفاق سے بیٹھیں گے، آپ امن لائیں، آپ کی activities بھی شروع ہو جائیں گی۔ آپ ایک چیز کو چھوڑ دیتے ہیں۔ جب دوسری چیز آتی ہے، تیسری چیز آتی ہے، ملک کن حالات کی طرف جا رہا ہے، دو دن، ایک ہفتہ دھماکہ نہیں ہوتا، ایک مہینہ دھماکہ نہیں ہوتا تو کہتے ہیں کہ جی امن آگیا ہے۔ یہ ایسی قوم ہے جو بہت جلدی باتوں کو بھول جاتی ہے، نئی بات آتی ہے تو پرانی کو بھول جاتی ہے۔ یہ کیوں ہے کیونکہ ہم نے ان کو ماحول ہی ایسا دے دیا ہے کہ ہم جس طرح اس بے چاری قوم کو موڑتے ہیں، وہ بے چاری اس طرف مڑ جاتی ہے، ہم جس طرح دھوکے دیتے ہیں، ہم جلسے جلوس کر کے، media پر آ کر ان کی سوچ بدل دیتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ان کو کچھ دینا چاہیے اور دینے کے لیے یہ floor ہے، یہ آئینی کمیٹی بیٹھی ہے، اس میں Opposition شامل ہو جائے تو حکومت ان کا ساتھ دے گی، اختیارات کی بات کریں، پوری Opposition اس کو آگے کرے، Government کے پورے benches ان کا ساتھ دیں گے، ایمانداری سے ساتھ دیں گے کہ اختیارات کا ایک توازن قائم ہو جائے۔ جب انصاف آئے گا تو برابری آئے گی تو ہمارا ہر system برابری پر چلے گا۔ یہ نہیں ہو گا کہ یہ کیوں آیا یہ نہ ہو گا کہ اس کو چھوڑ دیا، اس کو لے آئیں، اس کی promotion ہوئی، اس کی نہیں ہوئی، یہ سارا system خود بخود ٹھیک ہو جائے گا۔ اسے ٹھیک کرنے کے لیے ہمیں ایک ایسا system ادھر دینا چاہیے، آج پاکستان کے لوگ آخری انجام تک آ گئے ہیں کہ وہ آپس میں قتل و غارت کرتے ہیں، ایک انسان کو قتل کرنا، اس سے بڑا ظلم کیا ہو گا۔ آپ یہ سوچیں کہ آپ کے گھر میں آپ کے بھائی اور باپ کو کوئی قتل کرتا ہے تو آپ پر کیا گزرے گی، اگر آج کراچی میں کوئی قتل ہوتا ہے، اگر وہ کسی بھی قوم سے ہے، وہ بھی آپ کا بھائی ہے، وہ بھی آپ کا باپ ہے، آپ اس کے لیے درد محسوس نہیں کرتے۔ بہت جلدی بڑے بڑے leaders اٹھ جاتے ہیں، وہ تو مہاجروں نے کیا، وہ تو سندھیوں نے کیا، وہ تو پٹھانوں نے کیا، کس نے کیا ہے، ہم سب نے کیا ہے کیونکہ ہم اس قوم کو صحیح راستہ نہیں دے رہے ہیں، ہم جھوٹ کا سہارا لے رہے ہیں، ہم خالی تقریریں کرتے ہیں، ہم خالی بحث مباحثہ کرتے ہیں، ہم سچ بالکل نہیں بولتے ہیں۔ ہمارا system جھوٹ پر چل رہا ہے۔ اگر سچائی کی طرف جائیں گے، حقیقت کی طرف جائیں گے تو

یہ system ٹھیک ہو گا، system تب تک ٹھیک نہیں ہو گا جب تک ہم جھوٹ کا سہارا لیں گے۔ اس وقت جتنے لوگ ہیں، وہ جھوٹ کا سہارا لے کر قوم کو ایک بہت بڑا دھوکہ دے رہے ہیں، اس قوم کو دھوکہ دینا چھوڑ دینا چاہئیے۔

قتل و غارت کے ذمہ دار ہم سب ہیں، یہ سسٹم اس قتل و غارت کا ذمہ دار ہے، اگر اس قتل و غارت کو ختم کرنا ہے تو اس ملک کو سسٹم دیں، اگر اپوزیشن مخلص ہے تو آگے آئے اور آئینی کمیٹی میں stand لے کہ ان کو اختیارات دے دیئے جائیں تا کہ ہم میں آج کے بعد کوئی اختلافات نہ آئیں لیکن کوئی ایسا نہیں کرے گا، میں اس floor پر کہہ رہا ہوں، اس لیے نہیں کرے گا کہ پھر کس کو اقتدار ملے گا، کون وزیراعظم بنے گا، کون منسٹر بنے گا؟ یہ ممکن نہیں ہے کہ کوئی اس طرح کرے کیونکہ یہاں پر ہر آدمی اپنی جگہ پر ایک ڈکٹیٹر بن کر بیٹھا ہوا ہے۔ میں سب لوگوں سے request کروں گا کہ بس کرو کہیں وہ وقت نہ آجائے کہ آج جو فاٹا میں سسٹم ہے کل آپ لوگوں پر یہ سسٹم لاگو ہو، آج تو ہم زندگی کے لیے ترس رہے ہیں، کل آپ لوگ زندگی کے لیے ترسو گے اور وہ وقت آنے سے پہلے اپنے آپ کو ٹھیک کرو۔ بہت شکریہ۔

Mr. Chairman: Thank you. Further discussion on this motion will continue tomorrow as per number of speakers on the list.

اب ہم کچھ points of order لے لیتے ہیں۔ عبدالرحیم مندوخیل صاحب۔

سینیٹر عبدالرحیم خان مندوخیل: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ جناب والا! میں آپ کا مشکور ہوں کہ آپ نے point of order پر بولنے کا موقع دیا۔ ہمارے صوبے بلوچستان میں فیڈرل یا provincial کی جو services ہیں، اس میں بنیادی طور پر کوئی فیصلہ یا تقرری merit پر نہیں ہوتی، سفارش ہوتی ہے یا رشوت لی جاتی ہے۔ یہ مجموعی ماحول ہے، بالخصوص ہمارے صوبے میں نیشنل بنک آف پاکستان میں جو بھی تقرریاں ہوئی ہیں۔ اگر آپ ریکارڈ منگوائیں تو آپ دیکھیں کہ دو تین ضلعوں کے لوگوں کی appointments ہوتی ہیں یعنی تمام صوبہ اور بالخصوص ہمارا پختون region, یہ بالکل appointments سے محروم ہیں، اگرچہ merit پر ایسے candidates ہیں جو کہ حقدار بنتے ہیں لیکن اقتدار کا ایسا نظام ہے جس میں یہ باتیں چلتی ہیں کہ سفارش ہو یا پیسہ ہو۔ جناب والا! اس حوالے سے ہمارے لوگ مجموعی طور پر محروم ہیں۔ ہماری request ہے کہ فیڈرل گورنمنٹ اس کا نوٹس لے،

مجموعی طور پر جو federal services ہیں اس میں appointments کے بارے میں merit کو یقینی بنائیں، یہ فیڈرل گورنمنٹ کی ذمہ داری ہے۔ ہمیں یہ بھی انتظام کرنا ہوگا کہ ان غلط طریقوں سے ہمارے لوگوں کو محروم نہ کیا جائے اور بالخصوص جو پختون region ہے ان کا آپ حساب کر لیں کہ صوبے کے حوالے سے کیا نسبت ہے، ہمیں امید ہے کہ انشاء اللہ وہ merit پر بالکل qualified ہوتے ہیں۔ان کو حق دینا چاہیے اور انہیں protect کرنا چاہیے۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ ٹھیک ہے۔ Bokhari sahib, you want to respond?

سینیٹر سید نیر حسین بخاری: Ministry of Finance کے officials نے مجھے inform کیا۔

We have received this point of order at 3.15 today and I will ask them to give the reply tomorrow.

جناب چیئرمین: ٹھیک ہے۔ مندوخیل صاحب! کل ہاؤس کو بتا دیں گے۔ جی ڈاکٹر عبدالمالک صاحب۔

سینیٹر ڈاکٹر عبدالمالک: جناب چیئرمین! میرا ایک important issue ہے اور رضا ربانی صاحب یہاں پر موجود ہیں، بلوچستان پیکج کہیں یا آغاز حقوق بلوچستان کہیں، اس میں ہماری کچھ submissions announce کی گئی تھیں I don't know exactly how much, thirty thousand but the planning is for five thousand لیکن جناب! ایک چیز ہم نے سنی ہے اور ہم یہ سمجھ رہے تھے کہ جو services ہمیں مل رہی ہیں کہ federal departments میں بلوچستان کا کوٹا ہے لیکن اب سننے میں آرہا ہے یہ ہمیں federal department سے نہیں دے رہے ہیں بلکہ چار سال تک یہ تنخواہیں فیڈرل گورنمنٹ دے گی اور باقی بلوچستان گورنمنٹ میں absorb ہوں گے۔ بلوچستان گورنمنٹ کا یہ حال ہے کہ وہاں پولیس کی تنخواہیں نہیں ہیں۔ جناب والا! یہ میں آپ کے اور رضا صاحب کے نوٹس میں لاتا ہوں کہ kindly اگر ہمیں نوکریاں دینی ہیں تو پھر پکی نوکریاں دیں۔ میں نے واپڈا کی statistics لی ہیں، وہاں صرف بلوچستان میں ڈھائی ہزار پوسٹیں خالی ہیں۔ اگر آپ ان کو چار سال کے لیے رکھ لیتے ہیں اور پھر بلوچستان

گورنمنٹ کے گلے میں ڈال دیتے ہیں تو پھر مسئلے خراب ہو جاتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ implement کرنے سے پہلے اس چیز کو ذرا سنجیدگی سے لیں۔

جناب چیئرمین: بخاری صاحب! ذرا پتا کر کے مالک صاحب کو بتائیں۔ ٹھیک ہے۔

Senator Syed Nayyer Hussain Bokhari: Sir, as soon as the Minister for Water and Power come and we will arrange the meeting alongwith Dr. Malik.

جناب چیئرمین: آپ ڈاکٹر مالک صاحب کی meeting کروا دیں۔ جی حافظ رشید صاحب۔

سینیٹر حافظ رشید احمد: شکریہ جناب چیئرمین کہ آپ نے مجھے موقع دیا۔ جناب چیئرمین! point of order پر بات ہو رہی ہے، سب سے پہلے تو میری suggestion یہ ہے کہ جب point of order کا ٹائم آجائے تو اس کو note کیا جائے کہ فلاں سینیٹر صاحب نے یہ بات کی ہے اور وہ متعلقہ محکمے کو notice کسی ذریعے سے چلا جائے۔ یہاں پر point of order تو ہوتا ہے لیکن ہمیں تو چار سال ہو گئے ہیں اس کا کوئی فائدہ نہیں ہوا۔

جناب چیئرمین: Rules allow نہیں کرتے، اس لیے یہ ہے، آپ ذرا points of order کے Rule 216 پڑھ لیجیے گا۔

سینیٹر حافظ رشید احمد: اگر نہیں جاتے تو پھر فائدہ نہیں ہے۔

جناب چیئرمین: پھر آپ لوگ ہی rules amend کریں گے۔

سینیٹر حافظ رشید احمد: جناب چیئرمین! آپ کو اللہ تعالیٰ نے عزت دی ہے اور تھوڑی ذمہ داری آپ پر بھی آجاتی ہے کہ ہم Senators کے لیے کچھ کریں اور اسی پر میرا point of order ہے۔

جناب چیئرمین: جی فرمائیے۔

سینیٹر حافظ رشید احمد: جناب چیئرمین! ہم پشاور آتے اور جاتے ہیں تو تقریباً گاڑی کا پانچ چھ ہزار روپے کرایہ بنتا ہے، یہاں ہمیں سینیٹ سے 1600 روپے ملتے ہیں۔ میرا point of

order یہ ہے کہ طارق عظیم صاحب نے بڑی محنت اور جدوجہد کے ساتھ ایک bill تیار کیا تھا لیکن اس کا ابھی تک کچھ result نہیں ملا اور یہ کہا جا رہا ہے کہ اس کے لیے mini budget تیار ہو گا، یہ ہو جائے گا، وہ ہو جائے گا۔ میں حیران ہوں کہ جب وہاں سے کوئی bill آتا ہے تو یہاں پر فوراً عمل درآمد ہو جاتا ہے اور ہم pass کر دیتے ہیں، kill کر دیتے ہیں یا اس پر کچھ نہیں کرتے۔ ہم نے ایک چیز بڑی محنت کے بعد تیار کی اور وہ وہاں چلا گیا لیکن ابھی تک اس پر کوئی عمل درآمد نہیں ہو رہا۔

جناب چیئرمین! یہ ہمارے Senators سے متعلق ہے۔ دوسرے ممالک میں جو ممبران ہیں ان کی وہاں کافی عزت ہے، آپ ہمارے پڑوسی ملک انڈیا کو لے لیں وہاں ایک گھنٹہ کے لیے بھی ممبر بن جائیں تو ان کے لیے flats علاج معالجہ، ہر سہولیات مل جاتی ہیں۔ یہاں پر کافی بہتر لوگ بھی ہوں گے، ان کے پاس سب کچھ ہو گا لیکن سینیٹروں میں ایسے بھی لوگ ہیں جن کے پاس کچھ نہیں ہوتا، وہ چلے جاتے ہیں اور پھر ان کا کوئی پرسان حال نہیں ہوتا۔ وہ جو معمولی bill بنایا گیا ہے اس میں کیا ہے، اس میں official passport ہے، lodges میں رہائش ہے، ایک دو چیزیں اور ہیں۔ جناب چیئرمین! میں آپ سے request کرتا ہوں کہ کم از کم ہمیں انڈیا کے برابر تو لایا جائے، وہاں ممبران کو بہت زیادہ عزت دی جاتی ہے۔ اس پر میرے ساتھ سارا ہاؤس agree ہے اور میں دوسرے سینیٹر حضرات اور MNA's سے بھی گزارش کرتا ہوں۔ یہ بڑی اہم بات ہے، یہ نہیں ہے کہ بس میں نے بول دیا اور بات ختم ہو گئی۔ یہاں ہم آ کر لوگوں کی خدمت کرتے ہیں، خدمت صرف ایسے ہی نہیں ہوتی، آپ انہیں عزت دیں، جذبہ اور حوصلہ دیں تو پھر بندہ کسی کی خدمت بھی کر سکتا اور جذبہ آجاتا ہے۔ ہم لوگ روز آتے جاتے ہیں، لوگوں کی خدمت کرتے ہیں۔ ہمیں اس کا کوئی صلہ نہیں دیا جاتا۔ جناب چیئرمین! میں آپ سے درخواست کرتا ہوں، فریاد کرتا ہوں کہ اس bill کو دیکھا جائے، یہ نہیں ہے کہ ہم بول لیں اور------

جناب چیئرمین: ٹھیک ہے، سن لیا ہے، بحث کی ضرورت نہیں ہے۔ بہت بہت شکریہ۔ جہاں تک bill کا تعلق ہے تو وہ نیشنل اسمبلی بھیج دیا گیا ہے، اب اس کو نیشنل اسمبلی pass کرے گی۔ سینیٹ نے pass کر کے rules کے مطابق نیشنل اسمبلی کو transmit کر دیا ہے۔ جی پروفیسر ابراہیم صاحب۔

سینیٹر پروفیسر محمد ابراہیم خان: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شکریہ جناب چیئرمین! میں بہت ہی افسوسناک واقعہ کی طرف آپ کی توجہ بھی مبذول کرانا چاہتا ہوں اور آپ کی وساطت سے حکومت وقت کے نوٹس میں بھی لانا چاہتا ہوں ۔ باجوڑ ایجنسی میں وہاں کے سابق ایم این اے صاحبزادہ ہارون الرشید صاحب ،وہ اس وقت میرے ساتھ صوبے کے نائب امیر بھی ہیں ۔ میں صوبہ سرحد میں جماعت اسلامی کا امیر ہوں وہ نائب امیر ہیں۔ وہ تو پہلے سے ہی پشاور میں اپنی فیملی کے ساتھ رہ رہے ہیں ،ان کے دو بھائیوں کو تین روز قبل فوج نے گرفتار کیا ہے اور آج ان کے گھر کو بارود سے اڑایا گیا ہے اور گھر میں موجود خواتین کو باہر نکلنے کی اجازت نہیں دی گئی جس کی وجہ سے ان کی والدہ محترمہ اور ان کی ایک بھتیجی شہید ہو گئی ہیں۔ مجھے اس پر بہت ہی افسوس ہے اور مجھے بولنے کا بھی حوصلہ نہیں ہے ۔ میں آپ کی وساطت سے حکومت کے نوٹس میں یہ بات لانا چاہتا ہوں کہ اس چیز کو دیکھو۔ میں اپنی بات حبیب جالب صاحب کے ان دو اشعار پر ہی ختم کرنا چاہتا ہوں۔

محبت گولیوں سے بو رہے ہو
وطن کا چہرہ خوں سے دھو رہے ہو
گماں تم کو مسافت کٹ رہی ہے
یقین مجھ کو کہ منزل کھو رہے ہو

شکریہ۔

Mr. Chairman: Thank you. The House stands adjourned to meet again on Tuesday, the 16th February, 2010 at 1030 a.m. Thank you.

[The House was then adjourned to meet again on Tuesday, the16th February, 2010 at 10:30 a.m]